بارش کی آواز

سمیرا اسمر فراز

digest Novels Lovers group ❤❤

"آریز مصطفیٰ؟ ذرا سی محبت ہے تمہیں اپنے آپ سے؟"

دعا چچی کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ انکی بڑی بڑی آنکھیں اسے موبائل پر مصروف دیکھ کر صدمے سے کچھ اور بڑی ہوگئی تھیں۔ ایک پل کو وہ بھی گڑبڑا گیا۔

"خیریت چچی کیا ہوا؟"

"کیا ہوا؟ پیپر ہے نا کل تمہارا میتھس کا۔ تیاری ہوگئی جو پھر اپنی محبوبہ کے ساتھ مصروف ہوگئے؟"

چچی کو سچ مچ انکی لاپرواہی پر غصہ آرہا تھا۔

"ارے یار میرا پیپر ہوجائے گا آپ ٹینشن نہ لیں۔ پاس بھی ہوجاؤں گا۔ پھر اتنی مغزماری کا فائدہ؟"

اس کے ماتھے پر ایک شکن نہیں تھی حالانکہ بات فکر کی ہی تھی۔ آج کل اسکے بورڈ کے امتحانات ہورہے تھے۔ میٹرک کے نتائج پر اسکے مستقبل کی بنیاد قائم ہونی تھی اور اسے جیسے پرواہی نہیں تھی۔

"ہاں جس طرح پاس ہونے کا تم نے منصوبہ بنایا ہوا ہے نا سب پتا ہے مجھے۔"

چچی نے منہ بنا کر انکشاف کیا۔ آریز کے موبائل پہ تھرکتے ہاتھ ایک پل کو تھمے۔

"کک کیا پتا ہے آپ کو؟"

"یہی کہ تمہارا وہ لفنگا دوست آفاق کسی سیاسی جماعت کے کارندے سے تمہیں پاس کروائے گا اور چیٹنگ بھی کروائے گا۔"

آریز جھٹکے سے اٹھ بیٹھا اور چچی کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

"ارے چچی خدا کے واسطے آہستہ بولیں یار مروائیں گی۔ ابا جی یا ابو کو پتا چل گیا نا تو زندہ دفنا دیں گے مجھے۔"

مکمل ناول

digest Novels Lovers group ❤❤

اس کی ہوائیاں اڑ گئیں۔

''چھوٹی دلہن۔۔''

ابا جی برابر میں موجود ٹی وی لاؤنج میں ہی براجمان تھے۔ان کی آواز پر آریز نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے۔دعا چچی کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

''ابھی بتاتی ہوں ابا جی کو۔''

وہ اسے وارن کرتی ہوئی ابا جی کی طرف بھاگیں۔آریز چچی چچی کہتا رہ گیا۔۔

''چھوٹی دلہن یہ آریز کہاں ہے؟''

ابا جی کی آواز اس تک بھی بخوبی پہنچی تھی اس سے پہلے کہ چچی آواز دیتیں آریز خود ہی بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا ان کے حضور پیش ہو گیا۔

''آپ نے بلایا ابا جی؟''

اسکی فرماں برداری دیکھ کر چچی نے منہ چھپا کر مسکراہٹ روکی۔

''ہاں میاں کہاں غائب ہو؟ یہ تمہاری ڈیٹ شیٹ پڑی ہے یہاں۔۔کل پرچہ ہے تمہارا حساب کا۔۔تیاری ہو گئی؟''

آریز نے خیالوں میں خود کو لات رسید کی۔

''جی ابا جی کر رہا ہوں۔۔''

''چھوٹی دلہن ذرا ریحان کو فون کر دو کہ شام کو مجھے لیتا ہوا جائے۔۔آج تنخواہ دینی ہے ملازموں کو۔''

ابا جی کھٹک گئے تھے سو چچی کو وہاں سے بھیج دیا۔سمجھ تو وہ بھی گئی تھیں جبھی ایک نظر اسے گھور کر چلی گئیں۔

''یہاں بیٹھو۔۔''

ابا جی نے اسے اشارہ کیا۔

''کہو کیا ماجرہ ہے؟ پڑھنا نہیں چاہتے ہو؟''

ابا جی نے سیدھے فائر کر دیا تھا۔آریز چونکا مگر سنبھل گیا۔

''ایسا کیوں لگا آپ کو؟''

اسکی اور ابا جی کی دوستی تھی۔۔کہنے کو وہ اسکے دادا تھے مگر وہ ماں باپ کی نسبت ان سے زیادہ قریب تھا۔

''ایسا اسلئے لگا میرے بچے کہ تمہاری حساب کی کتاب پچھلے تین دن سے یہاں لاؤنج کی ٹیبل کے نچلے ریک میں بند پڑی ہے یعنی تم نے اسے کھولنے کی بھی زحمت نہیں کی پھر اور کیا سمجھوں میں؟''

''یار ابا جی۔۔۔کیا ضروری ہے میں بہت سا پڑھوں؟ آخر آپ کا اتنا پھیلا ہوا کاروبار ہے کسی کو تو سنبھالنا چاہیے۔۔میں آپ کے نا ہنجار بیٹوں جیسا تھوڑی ہوں کہ ڈاکٹر انجنیئر لائر بن کر ملک وقوم کی خدمت کروں۔۔میں تو اپنے ابا جی کا ہاتھ بٹاؤں گا۔''

اس نے مزے سے کہتے ہوئے ابا جی کا گھٹنا دبایا۔ابا جی ہنس دیئے اور ایک چپت اسکے سر پر لگائی۔

''بیٹا جی میرے کاروبار کو سنبھالنے کیلئے ملازموں کی ایک فوج موجود ہے اور نگرانی کرنے کو میں خود ہوں۔رہے میرے نا ہنجار بیٹے تو وہ سب اسی کاروبار کے منافع سے پڑھ لکھ کر میری عزت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔وہ صرف میرے بیٹے ہی نہیں بلکہ اپنی ذاتی پہچان سے معاشرے میں عزت پاتے ہیں اور یہی میں تمہارے لئے بھی چاہتا ہوں۔تم میرے سب سے بڑے پوتے ہو۔۔میری اگلی نسل کے سربراہ۔۔''

آریز نے ان کی لمبی بات پر سر کھجایا۔

''ابا جی مجھے شیخ لا کھائی کا پوتا بننا زیادہ پسند ہے۔۔اور پڑھ تو رہا ہوں نا۔۔کر لوں گا کسی آسان سے سبجیکٹ میں گریجویشن۔۔''

digest Novels Lovers group

اسکی بے فکری جوں کی توں تھی۔ ابا جی نے سانس بھری اور مسکرائے۔

"مجھے تو تم ہر حال میں پیارے ہو۔۔ لیکن ابھی جاؤ اور پڑھائی کرو۔۔"

اسکی تو جیسے جان چھوٹی تھی۔ جھٹ اپنے کمرے میں آیا اور موبائل سنبھال لیا۔ کینڈی کرش اسکا انتظار کر رہا تھا۔۔

✦✦✦

شیخ لاکھانی حیدر آباد کی مشہور کاروباری شخصیت تھے۔ اس چھوٹے شہر میں انکی تین پیڑھیاں قیام پاکستان کے وقت سے آباد تھیں۔ باپ دادا کا دیا ہوا کاروبار تھا جس میں چاول کی ایکسپورٹ، آٹو پارٹس کی ترسیل، دو بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹورز اور دو پیٹرول پمپس شامل تھے نیز اس شہر میں انکی کئی جائیدادیں تھیں جنکا کرایا انہیں موصول ہوتا تھا۔ حیدر آباد کی صدر مارکیٹ اور گاڑی کھاتا میں تین کمرشل بلڈنگز تھیں جوانے قیام کے وقت سے انکی ملکیت تھیں۔ ان میں سینکڑوں دکانیں اور آفیسز تھے جنکا کرایہ ششماہی بنیادوں پر ان کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتا تھا۔ الغرض وہ اس شہر کے سب سے امیر آدمی تھے۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹی عطیہ کی شادی ہم پلہ لوگوں میں طے ہوا کردی تھی۔ بڑے بیٹے یعنی آریز کے والد مصطفیٰ لاکھانی ایڈووکیٹ تھے اور اپنے شعبے میں اچھی ساخت کے حامل تھے۔ ان کی بیوی ابا جی کی بھتیجی تھیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں۔ ان کے دو بچے آریز اور تالیہ تھے۔ ان سے چھوٹے نعیم لاکھانی ڈاکٹر تھے اور اپنا چھوٹا سا پرائیویٹ ہسپتال چلاتے تھے۔ انکی بیوی سیماب ابا جی کی بھانجی تھیں۔ انکی ایک ہی بیٹی اسریٰ تھی۔ سب سے چھوٹے ریحان لاکھانی انجینئر تھے۔ وہ کنٹریکٹ میں پر مختلف کمپنیوں کے ساتھ کام کرتے تھے اور ابا جی کے کاروبار کی نگرانی اور وصولیاں انکی اضافی ذمہ داری تھی۔ انکی شادی ابا جی کے بہت عزیز مرحوم دوست شجاع الدین کی پوتی دعا دہاج سے حال ہی میں ہوئی تھی۔

ریحان چونکہ سب سے چھوٹے تھے لہٰذا انکی بیوی ان سے بھی چھوٹی تھی اور بلا مبالغہ دعا اور آریز کی عمروں میں پانچ سات سال کا ہی فرق تھا اسی بنا پر اسکی دعا چچی سے زبردست دوستی ہوگئی تھی۔ وہ خود بہت شوخ اور دوستانہ طبیعت کی مالک تھیں۔ ریحان کم گو تھے مگر دعا کے ساتھ انکی اچھی گزر رہی تھی۔ دعا کے والد دہاج صاحب کراچی میں اپنی کنسلٹنگ فرم چلاتے تھے ساتھ انکا ریسٹورنٹس کا فیملی بزنس تھا۔ انکی فقط دو ہی بیٹیاں تھیں۔ دعا اور رجا۔۔ وہ خاندانی اور تعلیم یافتہ شخص تھے اور تعلیم کے حصول کو بے حد اہمیت دیتے تھے۔ رجا آریز کی ہم عمر تھی اور فی الحال میٹرک کے امتحانات سے نبرد آزما تھی۔ وہ بے حد ذہین اور پڑھاکو تھی۔ اسکی نسبت آریز کی فیملی میں لڑکیوں کی جلدی شادی کا رواج تھا اور دولت کی ریل پیل کے سبب نئی نسل پڑھائی میں کوئی غیر معمولی کامیابی حاصل کرنے کی خواہاں نہیں تھی بس جب تک وقت تھا سب پڑھ ہی رہے تھے۔ یہی حال آریز کا تھا۔ وہ نیک فطرت شریف اطوار کا مالک تھا مگر پڑھائی سے اسکی عدم دلچسپی کے سبب اکثر وہ دعا چچی کے زیر عتاب رہتا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا وہ دن جب ریحان چاچو اور دعا چچی کی شادی والے دن وہ پہلی بار انکی فیملی سے ملا تھا۔ انکے چچا تایا اور پھپھو کے سب بچے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ایسا لگتا تھا کراچی لندن اور امریکا کے تعلیمی اداروں میں صرف انہی کا خاندان زیر

تعلیم تھا۔ آریز اچھا خاصا مرعوب ہوگیا تھا۔ اپنے باپ دادا کی دولت اور ساخت کا سارا ٹیکا ایک پل میں ہوا ہوگیا تھا۔ وہ اچھا خاصا پر اعتماد تھا مگر بے وجہ ہی ان سب کے آگے اسکی بولتی بند ہوگئی تھی اور سب سے بڑھ کر وہ جس سے خائف ہوا تھا وہ رجا تھی۔۔ دعا چچی کی اکلوتی چھوٹی بہن۔ وہ کم گو پر اعتماد اور سنجیدہ طبع تھی۔ بلا ضرورت کسی سے سلام دعا کی بھی روادار نہ ہوتی۔ آریز تو شاید بھول بھی جاتا مگر آفاق جو اسکے ساتھ ساتھ ہر جگہ موجود تھا اسی نے اس بات کی طرف اسکی توجہ دلائی تھی کہ دعا چچی کی فیملی خاصی آزاد خیال ہے اور رجا اپنے کزنز کے ساتھ خاصی بے تکلف ہے۔ آریز نے غور کیا تو واقعی وہ اپنے کزنز کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہی تھی گویا ساری سنجیدگی انہی لوگوں کیلئے تھی۔ اس بات سے اسکے دل میں رجا کیلئے کچھ اچھا تاثر قائم نہ ہوسکا تھا۔ بحر حال اب تو دعا چچی کو اس گھر میں آئے چھ ماہ ہو چکے تھے اور اس بیچ وہ ایک بار بھی دوبارہ اس سے نہ ملا تھا۔ یوں بھی دعا چچی اتنی اچھی تھیں کہ انکی نیک سیرتی نے انکی فیملی کا پراؤڈ تاثر کافی حد تک ختم کر دیا تھا۔

✦✦✦

عطیہ پھپھو کی بیٹی جیا کی منگنی ہو رہی تھی۔ ابا جی نے تقریب اپنے ہی گھر منعقد کروائی کیونکہ عطیہ پھپھو کے سارے سسرال والے کراچی یا اسلام آباد میں مقیم تھے اور منگنی کیلئے کوئی بھی بمعہ فیملی نہیں آرہا تھا۔ صرف ان کا میکہ ہی تھا لہٰذا بجائے اسکے کہ وہ سب وہاں جاتے، ابا جی نے ان سب کو یہاں بلا لیا تھا۔ تقریب کا اہتمام شایانِ شان تھا۔ گھر کے بڑے سے لان میں کسی بہترین بینکویٹ جیسی سجاوٹ کی گئی تھی۔ جیا کی دوستیں اور خاندانی لڑکیوں نے مل کر رونق لگا رکھی تھی۔ سٹیج کے پاس گھاس کے قطعے پر سرخ قالین پر پھولوں اور دیوں کی دل آویز سجاوٹ کے بیچ و بیچ وہ سب بن ٹھن کر ڈھولک سنبھالے بیٹھی تھیں، وہ اور بات کہ شادی بیاہ کے روایتی گیتوں کے بجائے ڈھولک کی تھاپ پر آئٹم نمبر گائے جارہے تھے اور ایک دوسرے کو کن اکھیوں سے معنی خیز اشارے کرتی ہوئی وہ سب بے حد لطف لے رہی تھیں۔

''اوں ہوں؟!''

آریز کی امی وہاں سے گزریں تو تنبیہی انداز میں ان سب کو گھوری دی مگر وہاں ایک قہقہہ پڑ گیا تھا۔

''امی ابا جی آپ کو بلا رہے ہیں۔ پھپھو کے سسر آگئے ہیں کراچی سے۔''

آریز انہیں بلانے آیا تھا۔

''بھائی جان یار ایک لڈی ہوجائے۔۔''

اسریٰ اپنا لہنگا سنبھالتی کھڑی ہوگئی۔ ایک ہاتھ سے ناک پر دھرا چشمہ اوپر کھسکایا تھا۔

''نا بھئی مجھے معاف کرو۔!''

وہ دامن بچاتا پرے کھسک گیا۔

''پلیز یار بھائی جان نخرے نہ کریں۔''

بارہ سالہ اسریٰ سب کی سر چڑھی تھی۔ ہاتھ پکڑ کر اسے سٹیج پر لے آئی۔ انکی دیکھا دیکھی تالیہ اور دوسرے کزنز بھی میدان میں اتر آئے۔ سفید کرتے پاجامے میں ملبوس نکھرا ستھرا سا آریز اس وقت بہت سی نگاہوں کا مرکز تھا۔ مگن انداز میں موسیقی سے ہم آہنگ سٹیپس پر رقص کرتا ہوا وہ توجہ کھینچ رہا تھا۔ اسریٰ برابر اسکے قدم سے قدم ملائے محوِ رقص تھی۔ جیا ایک طرف دلہن بنی بیٹھی مسروری تالیاں پیٹ رہی تھی۔

''تم پہ شروع تم پہ ختم

تارارارم پم پم۔۔

ڈھولنا کے اب ہوئے ہیں ہم۔"

آخری روک اینڈ رول پر اسریٰ کو گھماتے ہوئے اسکی نگاہ سامنے پڑی تھی اور اسکا سب تھرکنا مٹکنا تھم گیا تھا۔ رجا وہاج انتہائی سنجیدگی اور کسی قدر بیزاریت سے اسے دیکھ رہی تھی یا شاید سب کو دیکھ رہی تھی۔ آریز اپنے ہی گھر میں اپنے لوگوں کے درمیان عجیب سی سبکی محسوس کرتا ہوا سٹیج سے اتر گیا۔

"کیا ہوا اتنا اچھا تو کر رہے تھے واپس کیوں آ گئے؟"

دعا چچی اسکی کیفیت سے بے خبر اسے ٹوکنے لگیں۔ رجا انکے بالکل ساتھ کھڑی تھی۔ آئس بلو سلور کام سے مزین لونگ شرٹ پر راسلک کا ہم رنگ ٹراؤزر اور لمبا سا کامدار دوپٹہ ایک کندھے پر لٹکائے وہ خاصی پر اعتماد اور جاذب نظر لگ رہی تھی۔ گوری بے داغ جلد پر میک اپ برائے نام تھا۔ کھلتی ہوئی پنک لپ سٹک اور لانبی پلکوں پر سجا مسکارا۔۔ بائیں کندھے پر آبشار کی صورت سیدھے آتے شولڈر کٹ سلکی بال۔۔ آریز نے جھجکتی نگاہ اٹھا کر اسے سلام کے انداز میں دیکھ کر سر ہلایا تھا۔

"وعلیکم السلام!"

وہی مصنوعی تاثر دیتی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے سر کو دائیں بائیں جنبش دے کر اسکے سلام کا جواب دیا تھا۔ اس بیچ اسکے کانوں میں چمکتے سلور آویزے ستاروں کی طرح جھلملانے لگے تھے۔

"میں کہاں کرتا ہوں ڈانس آپ کو تو پتا ہے وہ تو بس اسریٰ کی وجہ سے کر لیا۔"

وہ بلاوجہ اسکے سامنے چچی کو وضاحت دینے لگا۔

"اتنا پرفیکٹ اور پیارا ڈانس کر رہے تھے تم۔۔ ہے نا رجا؟"

چچی نے اس کی تعریف میں رجا سے تائید چاہی۔

"بالکل ایک دم پروفیشنل ڈانسر کی طرح!"

رجا نے ابرو اچکا کر گویا طنز کیا۔ آریز کا لہو گرما گیا اس تذلیل پر۔

"لگتا ہے بہت تجربہ ہے آپ کو پروفیشنل ڈانسرز کے دیدار کا۔"

بظاہر مسکرا کر اس نے حساب برابر کیا تھا۔

رجا نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"میں نے تعریف کی تھی آپ کے فن کی۔"

اس نے بہت معصومیت سے جواب دیا۔

آریز نے چونک کر اسکی سمت دیکھا مگر نظر انداز کر گیا۔

"چلیں چچی جیا کے سسرال والے آ گئے ہیں۔"

اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے دعا چچی کا بازو پکڑا اور ساتھ کھینچتا ہوا لے گیا۔ رجا نے گھوم کر اسے جاتا دیکھا اور کندھے اچکا کر مسکرا دی۔ مما پاپا خود نہیں آ سکے تھے لہٰذا اسے بھیج دیا تھا۔ وہ اپنے چاچو کے ساتھ انکی کار میں آ گئی تھی۔ اسکا ارادہ رکنے کا تھا لہٰذا چاچو اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ دعا کے سسرال میں اسکی کسی سے کوئی خاص جان پہچان نہیں تھی اور یوں بھی وہ یہاں پہلی بار آئی تھی۔ دولت اور امارت سے مرعوب ہونے والی وہ تھی نہیں کہ یہ سب اسے بچپن سے میسر تھا۔ مگر دعا کے سسرال والوں کا عاجزانہ رویہ اسے پسند آیا تھا۔ وہ بھی اور سب کی طرح یہاں کھڑی تقریب کو انجوائے کر رہی تھی جب آریز کو سٹیج پر ناچتے دیکھا۔ یہ وہی لڑکا تھا جسکے بے ہودہ دوست نے دعا کی شادی کی پوری تقریب میں اسے فولو کیا تھا اور اسکی کزن نے

ان دونوں کو رجا کے بارے میں غلط باتیں بھی کرتے سنا تھا۔ جب سے آریز کو لے کر اسکے دل میں بدگمانی کی گرد چھا گئی تھی۔ وہ یوں بھی کسی سے گھلتی ملتی نہیں تھی اور آریز سے تو کبھی سلام دعا بھی نہ کی تھی پھر بھی اسے جانے بنا اسکے بارے میں اتنی غلط باتیں مشہور کرنا اسے سخت ناگوار گزر رہا تھا اسی لئے وہ چاہ کر بھی اس انسان سے اخلاق نہیں برت سکی تھی۔

"رجا آپی یہاں آجائیں؟"

اسریٰ نے پاس آکر اسے سب کی طرف متوجہ کیا تو وہ بھی خود کو کمپوز کرتی اسکے ساتھ ان کی طرف چل دی تھی۔

✦✦✦

رات گئے تقریب کا اختتام ہوا تو وہ دعا کے پورشن کی طرف آگئی۔ دو کمروں اور لاؤنج کے ساتھ بڑا سا ٹیرس تھا جسکی کھلی چھت سے نیلا تاروں بھرا آسمان صاف دکھائی دیتا تھا۔ وہ آرام دہ شب خوابی کے لباس میں بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے بید کی کرسی پر محو استراحت تھی جب دعا کے کمرے سے کچھ آوازیں آنے لگیں۔

"تم کب سدھرو گے آریز؟ کتنا منع کیا تھا میں نے تمہیں؟ پھر بھی وہی کیا تم نے۔۔۔ وہ تو اگر میں آج آفاق سے نہ ملتی تو مجھے کبھی پتا نہ چلتا کہ تم مجھے بھی دھوکہ دے رہے ہو۔"

دعا بہت غصے میں اس پر برس رہی تھیں۔

"اچھا نا یار چچی ناراض تو مت ہوں۔ نیکسٹ ٹائم پکا پڑھ کر پیپر دوں گا۔ بس ابو کو مت بتایئے گا!"

وہ باقاعدہ منتیں کر رہا تھا انکی۔

"ہرگز بھروسہ نہیں کر سکتی میں تم پر۔۔۔ تمہیں پتا ہے بڑے بھائی تمہیں ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں اور تم یہاں ناکارہ غنڈے موالیوں سے دوستی گانٹھے چیٹنگ کر کے پیپر پاس کر رہے ہو! جسے عادت پڑ جائے ہیرا پھیری کی وہ کبھی جائز طریقہ اختیار نہیں کرتا۔ صبح بتاتی ہوں میں تمہارے ابو کو۔"

دعا کسی طور نہیں مان رہی تھیں۔ انہیں شدید دکھ پہنچا تھا آریز کی حرکت سے جو ان سے وعدے وعید کر کے بھی اپنی روش پہ قائم تھا۔

"اور اس آفاق کو تو پہلی فرصت میں چھوڑ دو۔ یہی تمہیں بگاڑ رہا ہے۔"

آریز سر جھکائے انکی سب بری بھلی سن رہا تھا کہ ظاہر ہے وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھیں۔ رجا دانستہ اندر نہ گئی مگر اس نے حرف بہ حرف انکی سب گفتگو ملاحظہ کی تھی۔ آریز کی گلوخلاصی ہوئی تو چھت پر نکل آیا مگر وہاں رجا کو دیکھ کر اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔

"سوری میں بس جا ہی رہی تھی۔"

آریز کی تپی تپی شرمندہ صورت دیکھ کر اسے ہنسی آگئی تھی جسے چھپانے کیلئے وہ فوراً رخ موڑ کر وہاں سے بھاگ گئی مگر آریز اسکے چہرے پہ سجے طنزیہ تاثرات دیکھ چکا تھا۔ بدگمانی کی چادر کچھ اور دبیز ہو گئی تھی۔

✦✦✦

اس دن موسم بہت اچھا تھا۔ بارش کی پیشن گوئی تھی۔ اسے یہاں آئے پانچواں دن تھا۔ اس بیچ اسکی جیا، تالیہ اور اسریٰ سے اچھی خاصی بات چیت ہو چکی تھی۔ وہ سب ہنس مکھ زندہ دل لڑکیاں تھیں اور اسکے ایج گروپ کی بھی تھیں۔ وہ خود فطرتاً چاہے کم گو تھی مگر ان سب کے اخلاق اور محبت بھرے رویوں کے آگے اسے اپنی کم سخنی پس پشت ڈالنی پڑی تھی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ سب چھت پر ٹہل کر موسم انجوائے

digest Novels Lovers group

بھر رہی تھیں۔
''رجا تم کیا کرو گی آگے؟ دعا چچی کہہ رہی تھیں تم بہت پڑھا کو ہو؟''
تالیہ نے یوں ہی خیال آنے پر پوچھ لیا۔
''ہاں مجھے پڑھنا بہت پسند ہے۔ میں اِنشاءاللہ سی اے کروں گی پھر پاپا کے ساتھ کام کروں گی۔''
اس نے جھٹ اپنے ارادے بتا دیے۔
''اوووو۔۔''
وہ سب کورس میں چلائیں۔
''شادی وادی نہیں کرو گی؟''
جیا آج کل اسی نہج پر سوچتی تھی۔ نئی نئی منگنی جو ہوئی تھی۔ اسکی بات پر رجا نے منہ بنایا۔
''ابھی میری پڑھنے کی عمر ہے شادی کی نہیں۔ اور مجھے اپنا کیریئر بنانا ہے۔ باقی سب بعد کی باتیں ہیں۔''
اس کے دوٹوک جواب پر وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔
''تم لوگوں کے کوئی کیریئر پلانز نہیں ہیں؟''
رجا نے رک کر ان سب کو دیکھا۔
''اصل میں ابا جی نے ہم پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ جب تک شادی نہ ہو ہم پڑھ سکتے ہیں اور نہ چاہیں تو نہ سہی۔۔ جیا کی تو ویسے بھی منگنی ہو چکی۔ میری بھی جیا کے بھائی جواد سے بچپن کی نسبت طے ہے باقی یہ چھوٹی اسریٰ ہے تو دیکھو یہ کیا تیر مارے گی۔۔ اسے شوق بھی ہے پڑھنے کا اور نعیم چاچو خود پڑھائی کو لے کر بہت سیریس ہیں۔''
تالیہ کے جواب پر رجا آنکھیں پھاڑے ان کم عمر لڑکیوں کو شادی بیاہ کی باتیں کرتے دیکھ رہی تھی۔ اسکی فیملی میں اسکول کی لڑکیاں بچیاں ہی تصور کی جاتی تھیں۔ اسے یک لخت کوفت سی ہونے لگی۔
''اور لڑکوں پر کوئی پابندی ہے تعلیم کی یا وہ بھی جو چاہیں کرتے پھریں؟''
اسے اچانک ہی آریز کی کل والی حرکت یاد آ گئی تھی۔
''لڑکوں میں ہے ہی کون بھائی جان کے سوا؟ اور رہے عطیہ پھپھو کے بیٹے تو وہ دونوں فی الحال تو پڑھ رہے ہیں۔ بھائی جان کے بھی میٹرک کے پیپرز ہو رہے ہیں۔ پھر ابو انکو ڈاکٹر بنائیں گے۔ نہ بھی بنیں تو ابا جی کا بزنس ہی سنبھال لیں بہت ہے۔''
کیا بے فکری بھرا جواب تھا۔ رجا نے سانس بھر کر خاموشی اختیار کر لی۔ اچانک بارش شروع ہو گئی اور وہ سب خوشی سے اچھل اچھل کر چیخیں مارنے لگیں۔ رجا کا موڈ بھی خوش گوار ہو گیا تھا۔ اس نے ہری گھاس جیسے رنگ کا کرتا پہن رکھا تھا جس پر چاندی کی چین والے بٹن لگے تھے۔ ساتھ سفید چوڑی دار پجامہ اور سفید دوپٹہ۔۔ گیلے ہوتے بالوں سے کیچر نکال کر دوپٹے میں اٹکاتے ہوئے وہ بہت مگن تھی۔
''میں چائے لے کر آتی ہوں۔ سکینہ بوا کو پکوڑے اور چائے کا آرڈر دے کر آئی تھی۔''
تالیہ یاد آنے پر نیچے بھاگ گئی۔ جیا کا فون بجنے لگا تھا۔ وہ خوبصورت مسکراہٹ چہرے پر سجائے ادھر ادھر ہو گئی۔ اسریٰ کی امی آواز دے رہی تھیں وہ بھی نیچے چلی گئی۔ دعا پہلے ہی نیچے تھیں۔ رجا کو حسب مزاج تنہائی میسر آ گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ ہوا میں پھیلائے آنکھیں بند کیے گول گول گھومنے لگی۔ آریز آخری پیپر دے کر لوٹا تھا اور خلاف توقع پیپر کافی حد تک اپنی محنت سے کر لیا تھا۔ یہی خوش خبری دینے وہ سیدھا سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ گیا تھا مگر

یہاں کا منظر اسکی سوچ کے بالکل برعکس تھا۔

آج بہت دن بعد سنی ہے بارش کی آواز
آج بہت دن بعد کسی منظر نے رستہ روکا ہے
رم جھم کا ملبوس پہن کر یاد کسی کی آئی ہے
آج بہت دن بعد اچانک آنکھ یوں ہی بھر آئی ہے

دھیمے سروں میں بھیگے لبوں سے شعر پڑھتی ہوئی وہ لڑکی رجا ہی تھی۔ چوڑی دار پاجامے میں مقید اسکے گورے پیر ڈھیرے ڈھیرے دائرے میں گھوم رہے تھے۔ آنکھیں جذب سے بند تھیں۔ کندھوں سے ہتھیلیوں تک دوپٹہ پھیلائے وہ بھیگی ہوئی بھی پاکیزہ لگ رہی تھی۔ آریز کو اسکی مدہوشی مدہوش کر رہی تھی۔ وہ دل کی بدلتی کیفیت پر سر جھکاتا اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ سیڑھیوں پر آہٹ سنائی دینے لگی۔ وہ دبے قدموں سے پیچھے ہٹا بڑی مشکل سے اس منظر سے پیچھا چھڑاتا واپس مڑ گیا تھا۔

❖❖❖

رات کے کھانے پر اس سے پھر سامنا ہوا تھا۔ وہ اسی سنجیدہ روپ میں تھی۔ سب سے کٹی کٹی کم سخن سی۔۔ گویا اسے اپنی تنہائی تک بانٹنے کی عادت نہیں تھی۔ آج آریز کو اسے دیکھ کر غصہ نہیں آیا تھا نہ ہی وہ بے آرام ہوا تھا کہ اس نے جان لیا تھا کہ اس سنجیدہ مغرور لڑکی کے پیچھے وہ نرم احساسات والی لڑکی بھی ہے جو شعر پڑھتی ہے۔۔ موسموں کی دل کشی محسوس کرتی ہے۔۔ جو ہنستی ہے۔۔ گاتی ہے۔۔ کیا ہوا جو وہ سب سے خود کو چھپاتی ہے!؟

اگلے دن وہ اسے ابو کی لائبریری میں دکھائی دی جہاں وہ بہن بھائی کبھی پھٹکتے تک نہیں تھے۔ بے حد شوق سے وہ اپنی پسندیدہ کتابیں نکالتی جا رہی تھی اور ابو اسکی دلچسپی کو دل کھول کر سراہ رہے تھے۔ ابا جی کے ساتھ ٹی وی پر ٹاک شو دیکھتی ہوئی بھی وہ اسے حیران کر رہی تھی۔ پتا نہیں کس سیاسی جماعت کے وہ لوگ تھے وہ تینوں جن کی اسے شکلیں بھی انجان لگی تھیں اور وہ کس تقین سے ان کے کچے چٹھے نکال رہی تھی۔

''بھئی چھوٹی دلہن تمہاری بہن بہت ذہین ہے۔۔ ایسے ہی بچے ملک کا مستقبل سنوار سکتے ہیں۔''

ابا جی نے کھلے دل سے تبصرہ کیا تھا۔

''لڑکی تم میڈیکل لائن میں آجاؤ مل کے کھال اتاریں گے مریضوں کی۔''

نعیم چاچو کا اپنا انداز تھا۔ رجا کھلکھلائی۔

''نہیں انکل مجھے میڈیکل سے دلچسپی نہیں۔۔ میں بزنس کرنا چاہتی ہوں۔۔ میں سی اے کروں گی۔''

''ہمم گڈ چوائس۔۔ یار آریز تو بھی ہمت پکڑ۔۔ دیکھ آج کل کی لڑکیاں کتنی آگے جانے کی سوچ رکھتی ہیں۔''

نعیم چاچو ہوں اور آریز کو آڑے ہاتھوں نہ لیں ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ بال کھجاتا نظر انداز کر گیا۔

یہ اس کے جانے سے ایک دن قبل کی بات تھی۔ وہ سیڑھیوں سے ہوتا اپنے روم میں جا رہا تھا جب وہ اسے فرسٹ فلور کے ٹیرس پہ کھڑی دکھائی دی۔ شارٹ ریڈ کرتی پہ بلو جینز پہنے سکارف گلے میں ڈالے وہ ڈوبتے سورج کی طرف منہ کئے کھڑی تھی۔ آریز کے قدم خود بہ خود اسکی سمت اٹھنے لگے۔ وہ اسکی آمد سے انجان مکمل طور پر اپنے مشغلے میں گم تھی۔ آریز اسکے برابر میں کھڑا ہو گیا اور رخ اسکے چہرے کی سمت کر لیا۔ ڈھلتے سورج کی نارنجی کرنیں براہ راست اسکی براؤن کانچ سی آنکھوں میں اپنا

رنگ گھول رہی تھیں۔

"کیا کر رہی ہو رجا؟"

آریز نے آہستگی سے پوچھ لیا۔

"ڈوبتا سورج دیکھ رہی ہوں۔۔ میرا دل کرتا ہے میں اس سورج کے پیچھے جاؤں اور دیکھوں کہ یہ کہاں ڈوبتا ہے۔۔"

وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں بولتی جارہی تھی۔ آریز کو اسکی محویت باندھنے لگی۔

"سورج کے پیچھے جاؤ گی تو جل جاؤ گی۔"

اسکے منہ سے پھسلا۔ رجا کا سارا فسوں ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ اس نے زاویہ بدل کر اسے گھورا۔ آریز کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اور تم جو ستے عاشقوں کی طرح چاند کو گھورتے رہتے ہو وہ کیا ہے؟"

رجا کی بات پر اس کا منہ بند ہوگیا۔ یعنی اسے پتا تھا کہ وہ رات کو چھت پر بیٹھ کر چاند تارے گنتا ہے۔

"اچھا سوری ناراض مت ہو۔۔ چلو دوستی کر لیتے ہیں۔۔ دیکھو کل تم چلی جاؤ گی پھر پتا نہیں کب ملنا ہو۔۔ اسلئے میری طرف سے امن کا پرچم!!"

اس نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

"مگر ہمارے بیچ کوئی لڑائی کبھی تھی ہی نہیں۔۔ جو دوستی کرنی پڑے۔۔"

رجا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں لیکن کچھ غلط فہمی تو تھی نا۔۔"

اس نے جتا دیا۔

"اوکے۔"

رجا نے کندھے اچکائے۔

"چلو پھر آج تمہیں اپنا شہر گھماتے ہیں۔۔ جیا اور تالیہ کو بھی لے لیں گے۔۔ کیا یاد کرو گی۔"

آریز نے خوش دلی سے آفر کی۔

"مگر میں اس طرح۔۔"

رجا کو اعتراض ہوا۔ آریز نے ہاتھ اٹھا کر ٹوکا۔

"دعا چچی میری بیسٹ فرینڈ ہیں اور تم انکی بہن ہو اس لئے میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔۔ پلیز انکار مت کرنا۔"

اس نے بات ہی ایسی کہی کہ رجا مسکرا کر سر ہلا گئی۔

شام کو وہ سب کو لے کر خود کار ڈرائیو کر کے لے گیا۔ لائسنس تو نہیں بنا تھا مگر اس شہر میں اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ گاڑی چلانی اسے آ گئی تھی۔ ڈیل ڈول اچھا تھا سو اپنی عمر سے خاصا بڑا لگتا تھا۔ تالیہ اسکی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی جبکہ وہ جیا اور اسریٰ پیچھے بیٹھی تھیں۔ شہر کے صاف ستھرے علاقے سے گاڑی گھما کر وہ انہیں فاسٹ فوڈ کھلانے لے آیا تھا۔ پیسے کی اسکے پاس کمی نہیں تھی۔ باپ دادا کا نام اور ساخت ہر جگہ کام آجاتے تھے۔ اسریٰ کو وڈیو گیمز کھیلنے تھے سو تالیہ اور جیا اسکے ساتھ پلیئنگ ایریا کی طرف چلی گئیں۔ آریز رجا کے ساتھ ٹیبل پر ہی بیٹھا رہا۔ رجا آہستہ آہستہ نہایت نفاست سے اپنا برگر کتر رہی تھی۔ آریز اسے پھر اسریٰ لوگوں کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا مگر اسے رجا کی خاموشی بہت محسوس ہو رہی تھی۔

"تمہیں مزا نہیں آرہا نا؟ جبکہ چچی نے کہا تھا کہ تم آؤٹنگ انجوائے کرتی ہو؟"

آریز کے سوال پر رجا نے چونک کر اسے دیکھا جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔ پھر جھینپ کر مسکرائی۔

"نہیں ایسا تو نہیں۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے بس شاید فرسٹ ٹائم تم لوگوں کے ساتھ باہر آئی ہوں اس لیے۔۔"

آریز نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"شاید تم سچ کہہ رہی ہو ورنہ چچی نے تو یہ بھی بتایا تھا کہ تم سب میل فیمیل کزنز ساتھ ساتھ ہر کام کرتے ہو مطلب گھومنا پھرنا، کمبائن اسٹڈیز اور شاپنگ وغیرہ۔۔۔"

اس کی بات پر رجا کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں جب کبھی وقت ملے ہم ایسی تفریح کر لیتے ہیں۔ ملنا بھی ہو جاتا ہے۔"

آریز کو اسکی بات سے آفاق کے تبصرے یاد آنے لگے جو اس نے رجا اور اسکی فیملی کے بارے میں کیے تھے۔

"مطلب تم سب کزنز جن میں لڑکیاں اور لڑکے سب شامل ہوتے ہیں؟ اور تمہارے تو سب کزنز تم سے خاصے بڑے بھی ہیں نا؟"

آریز نے یوں ظاہر کیا جیسے اسے بہت اشتیاق ہو یہ سب جاننے کا۔ رجا نے اسکے شوق پر نظر ترچھی کر کے اسے گھورا۔

"ہاں تو کیا ہوا۔۔ ہم سب کی اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے۔۔ پھر عمر یا جنس کا فرق معنی نہیں رکھتا۔"

رجا کے جواب پر آریز نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اس قسم کی دوستی اور میل جول کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ مطلب اسے آزاد خیالی تصور کرتے ہیں اور محض لڑکوں سے بات کر لینے کو ہی ایشو بنا لیتے ہیں۔"

رجا کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

"مثلاً کون لوگ؟"

اس نے لہجے کو بے حد نارمل رکھا۔

"ایسے جیسے میرے کچھ دوست ہیں جو چاچو کی شادی میں شریک ہوئے تھے، انہیں تمہاری فیملی بہت آزاد خیال لگی۔"

چچی ٹھیک کہتی تھیں وہ بہت سادہ لوح تھا جبھی رجا کے ساتھ کچھ وقت گزار کر وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اسے سب کچھ کہہ سکتا ہے۔ رجا نے اسکی بات مکمل ہونے دی اور اطمینان سے سینے پر ہاتھ باندھے۔

"اسی آزاد خیال فیملی سے تمہاری فیملی کے برسوں پرانے تعلقات ہیں۔"

آریز نے چونک کر اسکی بات سنی۔

"اور اسی آزاد خیال فیملی کی ایک لڑکی تمہاری لاڈلی چچی بھی ہے اور میں بھی اسی آزاد خیال فیملی کی لڑکی ہوں جو اس وقت یہاں اتنی دیر سے تمہارے ساتھ باتیں کر رہی ہوں اور میری آزاد خیالی یہ بھی ہے کہ تمہارے اس تھرڈ کلاس دوست کو جو پوری تقریب کے دوران میرے پیچھے پھر رہا تھا، میں نے نہ صرف اگنور کیا بلکہ تم سے یا ریحان بھائی سے شکایت بھی نہیں کی۔"

آریز کو اچانک بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہو گیا تھا۔

"رجا پلیز یار میں نے کہا نا کہ میرا تمہارے بارے میں ایسا کوئی خیال نہیں۔۔ وہ تو بس آفاق نے۔۔"

وہ اسکے ردعمل سے گھبرا گیا تھا جبھی اپنی پوزیشن کلیئر کرنے لگا۔

"اگر تمہارا ایسا خیال نہیں ہوتا تو تم مجھ سے ایسے سوال ہی نہ کرتے اور اگر ہو بھی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اوکے!"

ضبط کرتے کرتے بھی اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے مگر ایک قطرہ بھی باہر نہیں آیا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے اسکی آنکھوں کے آگے آئینے رکھ دیئے گئے ہوں جو سب کچھ واضح دکھا رہے تھے۔۔وہ بھی جو وہ کہہ رہی تھی اور وہ بھی جو وہ نہیں کہہ رہی تھی۔اسے کوئی ضرورت نہیں تھی کہ وہ اپنی ذات کے متعلق کوئی بھی صفائی دے۔ اس نے اپنا رخ مخالف سمت میں موڑ لیا تھا گویا بات ختم۔۔!

اور آریز جو اسے حیران سا یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔۔اسکی آنسوؤں سے لبریز نگاہوں نے اسے عجیب طرح سے باندھ لیا تھا۔اسے لگ رہا تھا کہ ان آنسوؤں کی بوندوں میں جو دجلہ دکھائی دے رہا ہے وہ ان میں ڈوب جائیگا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ تو پار اتر گیا تھا۔۔

تمہیں دیکھا تو یوں دیکھا
مصور ہو گئیں آنکھیں
محبت کی کہانی میں
کتنی مشہور ہیں یہ آنکھیں۔۔

اگلے دن وہ واپس اپنے گھر لوٹ گئی تھی مگر آریز کا سارا دھیان ساری توجہ ساتھ لے گئی تھی۔۔وہ ان آنکھوں کی سچائی میں اپنا دل ڈوبتا چھوڑ آیا تھا۔

✦✦✦

رجا نے میٹرک بورڈ میں ٹاپ کیا تھا۔خبر ٹی وی پر بھی چلی تھی مگر دعا چچی نے اس سے بھی پہلے ایک ایک کو پکڑ کر یہ خوش خبری سنائی تھی۔

"کوئی شک ہی نہیں کہ ایسا نہ ہو۔اس جیسے بچے ہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ بلا کی زیرک اور ذہین لڑکی ہے وہ۔"

ابا جی بڑے خوش تھے۔

"ذرا وہاج الدین کو فون ملاؤ ہم مبارک باد دیں گے۔"

ابا جی کے آرڈر پر دعا نے فون ملا دیا۔رجا نے حیرانی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ انکی کال ریسیو کی تھی۔پھر باری باری سب بچوں نے اسے میسج کیے تھے۔آریز بہت خوش تھا۔ پتا نہیں کیوں اسکی کامیابی اپنی کامیابی محسوس ہو رہی تھی۔اسکا رزلٹ پہلے ہی آ چکا تھا اور ظاہر ہے جو چکر اس نے چلائے تھے ان سے وہ پاس بھی ہو گیا تھا۔نعیم چاچو کی وساطت سے اسکا کالج میں داخلہ ہو گیا تھا مگر پڑھنا اسے خود تھا۔

"آریز اب سنجیدہ ہو جاؤ۔۔میڈیکل کیلئے نائنٹی پرسنٹ سے کم پر بات نہیں بنے گی۔ مجھے دیکھو نائنٹی ٹو پر بھی داخلہ نہیں ملا تھا میڈیکل میں۔۔بہت سخت مقابلہ ہوتا ہے۔"

"چچی رجا جیا کی شادی پر آئے گی نا؟"

ان کی ساری لن ترانی کے جواب میں اس نے یہ پوچھا تھا۔دعا ٹھٹک گئیں۔

"کیوں؟ رجا کا آنا کوئی ضروری تو نہیں۔۔اور میں تم سے کیا کہہ رہی ہوں اور تم کہاں کھوئے ہوئے ہو؟"

"ہاں میں نے سن لی آپ کی بات اب آپ میری بات کا جواب دیں؟"

آریز کی بیزاریت صاف ظاہر تھی۔

"او میرے بھائی؟ کدھر دماغ ہے؟ کیا کھچڑی پک رہی ہے؟"

دعا سے زیادہ دیر برداشت نہ ہوا تو اسکی کنپٹی بجا دی۔وہ دھیما سا مسکرایا۔

"کچھ نہیں ویسے ہی۔۔"

"کوئی ویسے ہی نہیں۔پھوٹو اب سچ سچ؟"

دعا نے اسکا منہ پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔

"کیا ہے بھئی یوں ہی پوچھ لیا کہ آپ کے گھر والے آئینگے نا شادی پر۔۔"

"ہاں فری ہوئے تو ضرور آئینگے نہیں تو رجا

digest Novels Lovers group

آ جائے گی۔"
"ہیں سچ؟" وہ بے ساختہ چیخا۔
"آریز؟ کیا سوچ بیٹھے ہو؟"
"اچھی لگنے لگی ہے یار مجھے وہ۔۔"
اس نے تکیہ سینے سے لگا کر بھینچ ڈالا۔ دعا گنگ سی اسے دیکھنے لگیں۔
"سچ کہہ رہے ہو؟"
"ایک دم سچ۔۔ مگر وہ پتا نہیں۔ مجھے قبول کرے گی یا نہیں۔۔"
وہ جیسے ڈر رہا تھا۔
"یہ تو وہی بتا سکتی ہے۔۔"
"آپ کو برا تو نہیں لگا۔۔ وہ آپ کی بہن ہے۔۔"
آریز نے انکا چہرہ ٹٹولا۔
"نہیں برا کیوں لگے گا۔۔ مگر ابھی یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے آریز۔۔ تم پلیز اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔۔ بڑے بھائی کو بہت امیدیں ہیں تم سے۔۔ جب وقت آئے گا تب یہ معاملہ بھی دیکھ لیں گے۔"
دعا نے اسے سہولت سے سمجھانا چاہا۔ وہ بھڑک سکتی تھیں مگر وہ انہیں بہت عزیز تھا اور بلا شبہ وہ انمول تھا۔ اسکا دل توڑنا انہیں گوارا نہیں تھا۔ حالانکہ وہ رجا کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ وہ ان سے بس عمر میں ہی چھوٹی تھی ورنہ سوچ اور اپروچ اسکی پختہ عمر کی عورتوں جیسی تھی۔
"جب وقت آئے گا تب آپ میرا ساتھ دیں گی نا؟"
آریز پھر سراپا سوال تھا۔
"ضرور۔۔ ان شاء اللہ"
دعا نے اسے خوش کر کے ٹالا تھا اور وہ اپنی سوچ ان تک پہنچا کر ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

✦✦✦

رجا نے ایک اچھی ساخت کے حامل پرائیویٹ کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔ اسکے سامنے اسکا واضح نصب العین تھا۔ کامرس کے سبجیکٹس کے ساتھ وہ پوری لگن سے اپنی پڑھائی میں مگن ہو چکی تھی جب ایک دن عطیہ پھپھو ریحان بھائی کے ساتھ آ گئیں۔ مما پاپا نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آخر کو بیٹی کے سسرال کا معاملہ تھا اور سسرال بھی وہ جہاں وہ بہت خوش تھی۔ عطیہ پھپھو جیا کی شادی کا دعوت نامہ لے کر آئی تھیں۔
"انشاء اللہ ہم ضرور آئیں گے۔"
پاپا نے خوش دلی سے کہا۔
"اور ہماری رجا کو بھی ضرور ساتھ لائیے گا۔ جیا نے خاص طور پر کہہ کر بھیجا ہے۔"
عطیہ پھپھو نے اسے اشارہ کیا۔ وہ جھینپ کر مسکرا دی۔
"رجا دعا نے جو سامان منگوایا تھا وہ دے دو پھر ہم نکلیں گے اور جگہ بھی جانا ہے۔"
ریحان بھائی کے کہنے پر وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئی۔ پھر مما پاپا کے اصرار پر بھی وہ لوگ نہیں رکے اور رجا اپنی تیاری کا جائزہ لینے لگی۔

✦✦✦

جیا کی مہندی کی تقریب تھی اور پھپھو کا حویلی نما گھر تھا۔ نیچے کے پورشن کا پورا لاؤنج لڑکیوں کی فوج سے بھرا پڑا تھا۔ نجانے کون کون سے نئے چہرے تھے جنہیں آریز نے کبھی اپنی فیملی میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ ان میں بڑی تعداد جیا کی دوستوں کی تھی اور سب اسی کی طرح تھیں۔ شور شرابے والی، زندگی سے بھرپور، گانے گا گا کر پورا گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔ پورا گھر بقعہ نور بنا ہوا تھا اور جا بجا کیے جانے والی پھولوں کی سجاوٹ نے ماحول مسحور کن بنا دیا تھا۔

اوپر کے پورشن میں ایک بڑا ہال تھا جہاں ابا جی اور پھپھو کے سسر اور ان جیسے دیگر بزرگان کیلئے نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ملازمین کے ساتھ آریز اور آفاق بھی کام میں مصروف تھے مگر آفاق کی توجہ کام کے بجائے نیچے لاؤنج میں بیٹھی لڑکیوں پر تھی۔ چونکہ اوپر کا گول زینہ نیچے کے لاؤنج سے گزر کر ہال میں پہنچتا تھا لہٰذا یہاں سے لڑکیوں کو گھورنے کی آئیڈیل اتھارٹی آفاق صاحب کو مل گئی تھی۔

''یہ گورے گورے سے چھورے۔۔ یہ گورے گورے سے چھورے۔۔''

لڑکیاں زور و شور سے گانے میں مصروف تھیں جسے سن کر صاف رنگت والے آریز کے اطمینان میں تو کوئی فرق نہیں آیا البتہ آفاق کو ضرور بے چینی ہو رہی تھی۔

''یار آریز دیکھ یہ لڑکی مجھے ہی دیکھ کر گانا گا رہی ہے۔''

آفاق کی اس بات پر آریز کے چلتے ہاتھ ایک پل کو رکے اور اس نے حیران ہو کر آفاق کی طرف دیکھا۔

''میں بھی تو دیکھوں کس نابینا کو تو گورا نظر آ رہا ہے۔''

اک نظر آفاق کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے نیچے لاؤنج میں جھانکا۔ لاؤنج کے وسط میں نصب کرسٹل کے نازک سے فانوس کے عین نیچے مونگیا رنگ کے بنارسی چوڑی دار پاجامے اور گھیر دار فراک میں وہ وہی تھی۔

''میں نے دیکھی ہیں بڑی لڑکیاں سوہنیاں۔۔ تیرے جیسی ملی کوئی نا۔''

گانا بدل چکا تھا اور آریز کی دھڑکنوں کی لے بھی۔۔ اسکا موڈ ایک دم ہی خوش گوار ہو گیا تھا۔ آفاق کے نکمے پن کی پروا کیے بغیر اس نے جلدی جلدی سب نبٹایا اور نیچے اتر آیا۔ رجا گا کم رہی تھی، مسکرا کر ان سب کا ساتھ دیتی ہوئی بس تالیاں پیٹ رہی تھی۔ اپنے شولڈر کٹ بالوں کی فرنچ بریڈ بنا کر بائیں کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ کٹوری جھمکیاں ہولے ہولے اسکے عارض سے ٹکراتیں تو خود بخود ہی نگاہ اسکے چہرے پر بھٹک جاتی۔ اسے سنورنے کا سلیقہ تھا۔ آریز ایک بھرپور نظر اس پر ڈالتا باہر نکل گیا تھا۔ تقریب شاندار رہی تھی۔ پھپھو کے سب سسرال والے یہیں قیام پذیر تھے۔ رات گئے سب لوگ گھر لوٹے تو رجا حسب عادت دعا چچی کے پورشن میں چلی گئی۔ آریز کو بہت تھکن ہو گئی تھی مگر وہ خود کو تازہ دم محسوس کر رہا تھا۔ کپڑے بدل کر تھوڑی دیر چہل قدمی کی غرض سے وہ چھت پر نکل آیا تھا۔ چھت پر اندھیرا تھا۔ چچی چاچو یقیناً سو گئے تھے۔ آریز دبے قدموں سے چھت کی عقبی دیوار کی طرف آ کھڑا ہوا۔ یہاں گرل کے ساتھ ٹیک لگاتے اسے ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ گہرے نیلے آسمان پر تاروں کی بارات اتری تھی۔ چاند غائب تھا۔ اسکی ضرورت بھی کہاں تھی۔ ہولے ہولے چلتی ہوا، چھت پر پھیلا سکون اور خاموشی۔۔ آریز کے لطیف احساسات بیدار ہونے لگے۔ اسے یکدم احساس ہوا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ یہ محسوسات یہ خوش گواریت یہ سرور اسی کا تو بخشا ہوا ہے۔۔ فقط اسکی ایک جھلک کا کمال ہے۔۔ وہ اسکا سوہنا روپ یاد کرتے کے آپوں آپ مسکرایا۔

''تم کہاں پھنس گئے آریز مصطفیٰ!''

اس نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اطمینان بھری سانس ہوا کے سپرد کی۔

''سستے عاشق اب تک سدھرے نہیں تم؟''

اچانک اسکی آواز نے آریز کو بری طرح

چونکایا تھا۔ وہ اسکے پیچھے کچھ فاصلے پر کھڑی مسکرا رہی تھی:

''تم۔۔تم سوئی نہیں؟''

وہ گڑبڑا گیا جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

''سو ہی جاتی کہ کسی آسیب کی آہٹوں سے میرے حواس بیدار ہو گئے۔۔ مجھے شک گزرا کہ یہ کوئی خوار بیکار شخص ہے جو چاند کے پیچھے سفر کرنے کا خواہش مند ہے۔ اسے روک لوں ایسا نہ ہو کہ جم جائے۔۔''

اتنی طویل بات وہ بھی رجا کے منہ سے؟ آریز حیران ہوتا ہنس پڑا۔

''خیریت ہے آج فل چارج ہو تم؟''

اس نے اسے چھیڑا۔ رجا ہنس دی۔

''کامیابی کی مبارک باد۔۔''

''شکریہ۔۔ تمہارا پری میڈیکل میں ایڈمشن ہو گیا؟''

رجا نے اس سے پوچھا۔

''ہاں نعیم چاچو ہیں تو کیا فکر۔''

اسکی اس بات پر رجا نے بمشکل اپنی ناگواریت ضبط کی۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ ٹہلنے لگے۔ آریز کو اسکی ہمراہی کس قدر مسرور کر رہی تھی یہ کوئی اسکے دل سے پوچھتا۔ رجا کے وہم وگمان میں بھی کوئی دوسرا خیال نہ تھا۔

''آج تم بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔''

آریز نے خود کو کہتے سنا۔ رات کا فسوں اور رجا کا ساتھ۔۔ اسکے سر چڑھ کر بولنے لگا تھا۔

رجا نے اسکی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ کسی بھی جذبے سے پاک ایک سادہ مسکراہٹ اسکے چہرے پر ٹھہری تھی۔ جیسے وہ ہمیشہ سے جانتی تھی کہ وہ کتنی خوبصورت ہے مگر آریز کے گرد کوئی حصار کھنچتا جا رہا تھا۔ کوئی کمزور لمحہ تھا جس کی

''پتا ہے مجھے ہمیشہ تمہارے جیسی لڑکیاں اچھی لگتی تھیں مگر تم جیسی میں نے کوئی اور دیکھی بھی نہیں۔۔ تمہاری یہ مسکراہٹ۔۔ یہ ہنسی۔۔''

وہ اپنی دھن میں کہتا رہا اور رجا کی آنکھوں کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا۔

''رجا تم نے کبھی آسمان پر تاروں کو دیکھا ہے؟ یہ گہرا نیلا آسمان بذات خود کسی کی توجہ کا مرکز نہیں بن سکتا جب تک کہ اس پر تارا نہ چمکے اور یہ تارا بنا اس آسمان کے اپنا کوئی وجود نہیں رکھتا، اپنی تمام تر چمک کے باوجود اسکی ذات کا ادراک یہ آسمان ہے۔ یہ آسمان میں ہوں رجا اور یہ تارا تم! کیا تم مجھے اپنی ذات کے ادراک کا موقع دو گی؟''

وہ بظاہر جتنا سادہ تھا اندر سے اتنا ہی گہرا تھا۔ بہت خوبصورت اور فلسفیانہ انداز میں اس نے اس مشکل سی لڑکی تک اپنے دل کی بات پہنچائی تھی مگر وہ واقعی نہیں جانتا تھا کہ مقابل اس کی سوچ سے بھی بہت آگے کی شے تھی۔

''نہیں آریز مصطفیٰ!''

لمحوں کا سحر تھا۔۔ لمحوں میں ٹوٹ گیا تھا۔ اب وہ خالی آنکھیں اور خالی ذہن لئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہر طرف سائیں سائیں ہو رہی تھی۔ اتنے سفاک انکار کی اسے ہرگز توقع نہیں تھی۔

''کون ہو تم؟''

اسوقت اسکی زندگی کے سب سے اہم موڑ پر وہ کتنا عجیب سوال کر رہی تھی۔ آریز کی کچھ سمجھ نہیں آیا تو جھجکتے ہوئے کہہ دیا۔

''میں آریز مصطفیٰ!''

''کون آریز مصطفیٰ؟''

اب کی بار اسے الجھن ہوئی اور وہ سنگ دل

چھوٹی سی لڑکی اپنی ذہین آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑے پوچھ رہی تھی۔

''میں آریز مصطفیٰ۔۔ ایڈووکیٹ مصطفیٰ لاکھانی کا بیٹا اور۔۔''

رجا نے اس کی بات اچک لی۔

''اور اس شہر کی سب سے معزز اور امیر شخصیت شیخ لاکھانی کا پوتا۔۔۔بس یہی ہے تمہاری پہچان!''

اپنی بات مکمل کر کے وہ عجیب انداز میں مسکرائی۔آریز کو لگا وہ اسکا مذاق اڑا رہی ہے۔

''تمہیں اپنی پہچان کروانے کیلئے اس لمبے چوڑے تعارف کی ضرورت ہے۔۔بذات خود تم آریز مصطفیٰ کچھ بھی نہیں ہو!''

''تم یہ سب کیوں کہہ رہی ہو؟ میں تم سے کچھ اور پوچھ رہا تھا۔۔یہاں میری پہچان کا کیا ذکر؟''

''یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ تم ہو کون جو مجھ سے یہ سوال کر رہے ہو؟ کس حق اور کس سوچ کے تحت؟''

وہاں اطمینان ہنوز برقرار تھا۔

''تم بات کو خواہ مخواہ الجھا رہی ہو۔۔میں نے سیدھی سی ایک بات کہی تھی کہ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔''

اس کی آواز پست ہو رہی تھی۔وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اس پر حاوی آ رہی تھی۔

''کیا صرف اچھا لگنا کافی ہے؟ اگر ہے تو چلو ٹھیک ہے مجھے بھی تم اچھے لگتے ہو۔۔پھر؟''

''پھر یہ کہ میں امی سے ہمارے لئے بات کروں گا۔''

وہ تھوڑا جھجکا۔

''چلو شادی بھی ہو گئی،اب کیا کریں؟کیا دے سکتے ہو مجھے؟''

''میں تمہیں محبت دے سکتا ہوں!''

اپنی دانست میں اس نے رجا کو لاجواب کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔مگر وہاں نہایت معصومیت سے اگلا سوال داغ دیا گیا۔

''کیا کروں محبت کا؟اچار ڈال لوں؟چلو وہ بھی ڈال لیا اب دونوں مل کر اسے روٹی سے کھائیں گے مگر روٹی بھی تو کہیں سے آئے گی اور ظاہر ہے مفت میں تو نہیں آئے گی پھر کیا ابا جی سے مانگو گے؟کب تک؟آخر کب تک؟''

وہ سیدھے سیدھے اسکے جذبوں کی تذلیل کر رہی تھی۔اب کی بار آریز سے رہا نہیں گیا۔

''تمہیں میری محبت کی بے عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں۔۔جو کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو۔''

''رہے نا تم وہی سستے عاشق۔۔غلط تو نہیں کہا تھا میں نے۔۔لاکھانیز کے نورِ نظر!کبھی باپ دادا کی اس جنت سے نکل کر دیکھو دنیا کتنی مختلف ہے۔۔یہ نام یہ رتبہ حاصل کرنے میں لوگوں کی عمر ختم ہو جاتی ہے مسٹر جو آپ کو پلیٹ میں رکھ کر مل گئی ہے۔''

کتنی سفاک تھی وہ۔۔آریز نے دکھ اور حیرت سے اسے دیکھا۔

''کیا یہ میرا قصور ہے کہ مجھے سب کچھ پلیٹ میں رکھ کر مل گیا؟میرے باپ دادا میری پہچان ہیں اور مجھے اس پر فخر ہے۔''

اس کی بات پر رجا استہزائیہ ہنسی۔

''باپ دادا ہمارا خاندان ہوتے ہیں ہماری پہچان نہیں۔۔پہچان تو ہم خود بناتے ہیں۔۔صاف بات یہ ہے آریز مصطفیٰ صاحب کہ اگر شیخ لاکھانیز کا ٹیگ آپ کے نام کے آگے سے ہٹا دیا جائے تو آپ کے فاقوں کے دن آ جائیں۔یہی لوگ جو آج ہاتھ باندھے

تمہارے آگے پیچھے پھرتے ہیں تاں کل پوچھیں گے بھی نہیں۔ اپنے بل بوتے پر تم ایک چپڑاسی بھی نہیں لگ سکتے۔ نہ تمہارے پاس تعلیم ہے نہ قابلیت نہ ہنر۔۔ لوگوں سے تمہیں وحشت ہوتی ہے۔۔ پارٹیز سے بھاگتے ہو۔ کوئی قابل بندہ دو ادبی باتیں پوچھ لے تو تمہارا سارا دم خم نکل جاتا ہے۔ سچ بات یہ ہے آریز مصطفیٰ کہ تم اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس میں شامل نہیں ہو۔۔ تم یہاں ایک قدم بھی خود نہیں چل سکتے۔۔ باپ دادا کا فیڈر منہ سے نکلتے ہی تم ایک ڈمب ہو۔۔ you are dumb!''

وہ ضرورت سے زیادہ صاف گو واقع ہوئی تھی۔ کتنی آسانی سے اس نے آریز کی ذات کی دھجیاں اسکی آنکھوں کے سامنے بکھیر دی تھیں۔ اسکی تمام تر خوبیوں کو پس پشت ڈال کر وہ اس ایک چیز کو اسکی سب سے بڑی خامی بنا کر مسترد کر رہی تھی۔ یہ سچ تھا کہ وہ پڑھنے کا شوقین نہیں تھا اسکے کوئی کیریئر پلانز نہیں تھے مگر اسکے سوا اسکے پاس بہت کچھ تھا جسے وہ نظر انداز کر رہی تھی۔

''کیا صرف تعلیم ہی سب کچھ ہوتی ہے؟ جس کے پاس یہ سب چیزیں نہیں ہوتیں کیا وہ انسان نہیں ہوتا؟ اسکے جذبات نہیں ہوتے؟ اسے جینے کا کوئی حق نہیں؟''

اسے اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

''سب کچھ نہ سہی مگر بہت کچھ ہوتی ہے۔ تعلیم انسان کو شعور دیتی ہے۔ وہ انسان کو سوسائٹی میں موو کرنے کے قابل بناتی ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ لائف میں کبھی خوار نہیں ہوتے اور میرے لئے اس بات کی بہت اہمیت ہے کہ انسان تعلیم یافتہ ہو! کیونکہ میں ایک سیلف میڈ خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے باپ دادا نے سب کچھ بہت محنت کر کے حاصل کیا ہے اور مجھے بھی محنت کر کے اپنی پہچان بنانی ہے۔۔ اپنی کامیابی پر فخر کرنا ہے۔۔ میں روز گھل جانے والے چاند کے پیچھے نہیں چلتی۔۔ میں روز طلوع ہونے والے سورج کی پیروکار ہوں جو نہ نکلے تو دن نہیں نکلتا۔ دنیا اندھیر ہو جاتی ہے۔''

وہ بے انتہا حیران تھا اسکی بے تکی لاجک پر اور ساتھ ساتھ ٹھکرائے جانے کا دکھ وہ بھی اس چھوٹی سی بات پر۔۔ قابلیت پہچان انفرادیت !!! سارا خاندان خبطی تھا۔ اسے دعا چچی کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس رات وہ مزید کچھ بھی کہے بنا چلا آیا۔ کہنے کو بچا بھی کیا تھا۔ بہت مشکل اور مختلف لڑکی نے سر پھوڑا تھا اس نے۔۔ اسے تو لگتا تھا کہ وہ اتنا خاص تھا کہ کوئی بھی لڑکی اسکا ساتھ پا کر فخر کرتی مگر یہاں وہ کوئی بھی ہوتی۔۔ رجا وہاج نہیں ہو سکتی تھی۔۔ وہ پتھر تھی۔۔ وہ ساری رات سوچتا رہا۔۔ آنکھوں کے سامنے۔۔ کمرے کی ہر ایک چیز پر جیسے تحریر تھا۔

''You are dumb!''

''کیا میں اتنا ہی بیکار ہوں؟''

وہ خود سے سوال کرتے کرتے تھک گیا۔ غم کی جگہ غصے نے لے لی۔ اسے محسوس ہونے لگا کہ اسے رجا سے بالکل محبت نہیں ہے۔ یاد رہا تو بس یہ کہ اس نے میرے جذبات کا مذاق اڑایا ہے۔ اسے مسترد کرنے کی محض ایک بے بنیاد وجہ دریافت کی ہے۔

پھر اس رات آریز نے ایک فیصلہ کیا۔

اس نے سوچ لیا کہ وہ اپنی تعلیم پوری کریگا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ بن کر دکھائے گا۔ رجا کو

نیچا دکھانے کا اس سے بدلہ لینے کا واحد راستہ اسے یہی نظر آیا۔ اسے احساس ضرور دلائے گا کہ اس نے محض اس ایک چیز کے پیچھے اسکے انمول جذبوں کو ٹھکرا دیا ہے۔ رجا اگلے دن جا چکی تھی۔ اسے پروا بھی نہیں تھی۔ وہ اب نئی ہی طرز پر سوچ رہا تھا۔

❖❖❖

بہت اچانک اسکی شخصیت میں در آنے والی بہت ساری تبدیلیوں کو نظر انداز کرنا کسی کیلئے بھی مشکل نہیں تھا۔ وہ پہلے بھی بہت سلجھا ہوا لڑکا تھا مگر اب خاموش بھی ہوتا جا رہا تھا۔ کالج کے بعد شہر کے بہترین اکیڈمی میں اس نے ٹیوشنز لینے شروع کر دیئے تھے۔ امی ابو آپس میں بات کر کے رہ جاتے۔۔ دعا چچی نے کئی بار اسے ٹٹولا مگر وہ کمال ضبط سے انہیں ٹال گیا۔ وہ چھوٹی سی لڑکی اسکی کم عمری کا پہلا عشق تھی اور زندگی کا پہلا سبق بھی اسی کی بے اعتنائی سے ملا تھا۔ چوٹ بہت سخت تھی۔۔ بہت گہری۔۔ وہ آوارہ اور دل پھینک تو نہ تھا جو یوں ٹھوکروں پر رکھ لیا جاتا۔۔ وہ سچا اور مخلص تھا۔۔ وہ باکردار تھا۔ رجا دباج اسکی نظروں میں بسنے والی پہلی لڑکی تھی اور وہی اسے مسترد کر کے جا چکی تھی۔ وہ اپنی نظروں میں گر گیا تھا اور اب اس نے اپنی عزت کرانے کی ٹھان لی تھی۔ اسے اپنے لئے اپنے پندار کیلئے خود کو بلند کرنا تھا۔ اسے ہر اس شخص کو دکھانا تھا کہ وہ ڈمب نہیں ہے۔۔

دو سال پر لگا کر اڑ گئے تھے۔ رجا نے حسب توقع انٹر بورڈ میں ٹاپ کیا تھا مگر سب کیلئے حیرت انگیز خبر آریز کا امتیازی نمبروں سے پاس ہونا تھا۔ اس نے نائنٹی ٹو پرسنٹ مارکس کے ساتھ انٹر پاس کیا تھا۔ ابا جی نے محلے بھر میں مٹھائی بانٹی تھی۔ ابو نے اسے نئی کار گفٹ کی تھی۔ وہ بہت خوش تھا۔ دل پر لگا زخم جیسے مرہم پانے لگا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ یہ بس شروعات ہے۔ مگر وہ دل سے چاہتا تھا کہ کوئی رجا کو یہ خبر ضرور سنائے اور وہ اس سنگ دل لڑکی کا ردعمل دیکھے۔ اس نے بنا دیر کئے میڈیکل کے انٹری ٹیسٹ کیلئے تیاری شروع کر دی تھی۔ نعیم چاچو نے اسے شہر کے بہترین اکیڈمی میں داخلہ دلوا دیا تھا تاکہ وہ بہتر انداز سے ٹیسٹ کی تیاری کر سکے۔

اس دن وہ گھر لوٹا تو پتا چلا کہ دعا چچی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور رجا آئی ہوئی ہے۔ وہ دانستہ اوپر نہ گیا مگر جب امی نے اسے آواز دے کر کہا کہ وہ نیچے رکھا رجا کا سامان اوپر دے آئے تو اسے مجبوراً جانا پڑا۔

''مجھے یقین نہیں آتا رجا یہ وہی آریز ہے جو چیٹنگ کر کے پاس ہوتا تھا۔ تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے اسے سیدھے رستے لگا دیا ورنہ بھائی بھابھی بہت فکرمند رہتے تھے اسکے لئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میڈیکل کا انٹری ٹیسٹ بھی پاس کر لے گا۔''

دعا چچی کی آواز نے اسے پتھر کا کر دیا تھا۔

یہ کیا کہہ رہی تھیں وہ؟

''میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ اسے بس ایک ڈوز کی ضرورت ہے جو کہ ظاہر ہے اسے گھر والے نہیں دے پا رہے تھے۔ بس اللہ نے یہ نیک کام مجھ سے کروانا تھا۔''

رجا نے دعا کو آنکھ ماری اور ہنس دی۔

''اچھا اب اسکا مذاق نہیں اڑاؤ۔۔ بہت اچھا ہے وہ۔۔ بس یہ ہی ایک کمی تھی اس میں جو پوری ہو گئی۔ دیکھنا ایک دن بہت بڑا ڈاکٹر بنے گا وہ تب شاید تمہاری رائے بدل جائے۔''

دعا کو زیادہ دیر اسکا مذاق اڑانا پسند نہیں آیا تھا۔

"ہاں تو میری رائے اسکے بارے میں اب بھی خراب نہیں مگر اس طرح نہیں جیسے تم اور وہ خود سوچتا ہے۔ یہ پیار محبت میرے بس کی بات نہیں تم جانتی ہو۔ مجھے بہت پڑھنا ہے بہت آگے جانا ہے۔"

رجا تو وہی تھی جو ہمیشہ سے تھی۔ آریز کے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا۔

"بس وہ زندگی میں بہت کامیاب ہو میری دعا ہے۔۔ اسے بہت اچھی لڑکی ملے گی جو اسکی قدر کرے۔۔"

دعا کا روم روم اس کے لئے دعا گو تھا۔ آریز انکی محبت پر دل سے مسکرایا۔

"بالکل میری دعا ہے اسے سب کچھ اچھا ملے اور وہ اپنے والدین کا فخر بنے۔"

"آمین۔"

دعا کے ساتھ آریز کے لبوں نے بھی جنبش کی۔ اس نے دروازے کی جھری سے اندر جھانکا وہ دشمن جاں سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ وہ جھٹکے سے پلٹ آیا۔ غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ دکھ سر اٹھائے کھڑا تھا۔ تو جان بوجھ کر میرا دل توڑا۔ میری ناصح بن کر مجھے سیدھی راہ دکھا رہی تھیں محترمہ اور میں اسے نیچا دکھانے کیلئے یہ سب کر رہا تھا؟ اپنے ماں باپ کی خوشی کا خیال تو مجھے چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ جو مجھے سوچنا چاہئے تھا وہ اس نے سوچا۔۔ اسے افسوس ہوا اپنی سوچ پر۔۔

رجا نے اسکے ساتھ نیکی کرنا چاہی تھی تو وہ کیوں اسکی کوشش کو ضائع کرے۔ وہ اس سے محبت نہ کرے مگر مخلص تو تھی۔ وہ ضرور اسکا مان رکھے گا اور کچھ بن کر دکھائے گا۔ اس میں نئی ہمت بھرنے لگی۔ ایک ماہ بعد میڈیکل کے انٹری ٹیسٹ کی رزلٹ لسٹ میں اسکا نام جگمگا رہا تھا۔ اپنی کامیابی کی پہلی مٹھائی اس نے دعا چچی کے منہ میں رکھی تھی اور انکی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر اسکے دل سے ہر ملال جاتا رہا تھا۔

"یہ رشتے داروں کے گروپ پہ میری کامیابی کی نیوز بریک کرو!"

اس نے بڑے موڈ میں آکر تالیہ کو حکم جاری کیا تھا۔ جانتا تھا اسکے واٹس ایپ گروپ پر رجا وہاج ایڈ تھی۔

"رجا نے مبارک باد دی ہے بھائی جان۔"

حسب توقع جواب پا کر وہ مسکراتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

✧✧✧

آئی سی ایم اے پی میں اسکا داخلہ ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ وہ ذہین تھی۔ محنتی تھی اور سب سے بڑھ کر اپنے ارادوں اور خوابوں کو ٹارگٹ تک پہنچانے کیلئے کمر بستہ تھی۔ اسکی ذہانت کا لوہا پہلے سال ہی مان لیا گیا تھا جب اس نے پورے ادارے میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کر کے سب کو حیران کر دیا تھا۔ اسے ڈپارٹمنٹ کے چیئرمین نے کال کیا تھا۔

"سر کوئی پرابلم ہے؟ آئی مین مجھے مارک شیٹ اور سب کی طرح آفس سے کیوں نہیں ملی؟"

وہ آنکھوں میں الجھن لئے اپنے استاد سے پوچھ رہی تھی۔ وہ اسکی بے خبری پر مسکرائے۔

"آپ کو پتہ بھی نہیں کہ آپ نے کیا کیا ہے رجا۔۔ جائیے اندر سر انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ اسے اشارہ کرتے ہوئے اپنی کلاس میں چلے گئے۔ رجا کندھے پر دھرا آرگنڈی کا دوپٹہ از سر نو برابر کرتی ہوئی آفس میں داخل ہوگئی۔

"السلام علیکم سر!"

"وعلیکم السلام اوہ رجا وہاج پلیز کم ان۔۔"

چیئرمین [illegible] پر وہ اُسے
سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گئی جبکہ اسکے برابر میں پہلے ہی کوئی بیٹھا ہوا تھا۔

''آپ کی کامیابی کیلئے مبارک باد مگر آپ سوچ رہی ہوں گی کہ آپ کو یہاں کیوں بلایا گیا ہے تو اس کی وجہ ہیں یہ۔۔''

انہوں نے اسکے برابر بیٹھے شخص کی طرف اشارہ کیا۔ رجا نے چہرہ موڑ کر دیکھا اور ٹھٹک گئی۔۔ چند لمحے اس جانے پہچانے چہرے کو یاد کرنے میں لگے اور اگلے پل وہ اپنی سیٹ سے کھڑی ہو گئی تھی۔

digest Novels Lovers group

''دانیال جمشید؟!''

''یس۔۔ دانیال کے چہرے سے آپ یقیناً واقف ہوں گی۔۔ اس ادارے کی ہال آف فیم ہو یا یہ میرے پیچھے سجی ٹرافیاں۔۔ یا ڈیپارٹمنٹ کا نوٹس بورڈ جہاں ہر سبجیکٹ اور ہر سال کی میرٹ لسٹ پر سداسرفہرست رہنے والا نام انہی کا ہے۔۔ ہی از دا پرائڈ آف اور انسٹیٹیوشن!''

انہوں نے دانیال جمشید کو فخر کرتی نظروں سے دیکھا۔ دانیال اس بیچ بس ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے دیکھتے رہے۔

''ویل سر آئی تھنک ناؤ شی از اور نیو پرائڈ۔۔''

دانیال اسے دیکھتے ہوئے اپنی سیٹ سے کھڑے ہو چکے تھے۔ رجا نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

''رجا آپ نے دانیال کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔۔ اتنے سالوں میں یہ آج تک نہیں ہوا۔۔ ہمارے ادارے سے فارغ التحصیل کتنے ہی بریلینٹ اسٹوڈنٹس اسوقت ملکی و بیرونی سطح پر اپنا لوہا منوا چکے مگر اکیڈمکس میں دانیال کو کوئی نہیں بیٹ کر سکا اینڈ آئی ایم گلیڈ اِٹس یو!''

چیئرمین کے الفاظ اسے کسی اور زبان کی گفتگو لگ رہی تھی۔ وہ بے یقین سی خاموش کھڑی تھی۔

''خاتون تھوڑا تو شو آف کیجیئے۔۔ اب آپ یہاں کی نئی انسپریشن ہیں!''

دانیال نے اس کے ہونق پن سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو سر۔۔ یہ بہت بڑی خوشی ہے۔۔ مجھے نہیں سمجھ آرہا میں کیا کہوں؟''

وہ ایک ہاتھ سے کندھے سے پھسلتا زنک کلر کا دوپٹہ سنبھالتی دوسرے ہاتھ سے بائیں کان کے پیچھے لٹ گھماتی ہوئی دانیال کو دلچسپ لگی۔۔ سفید براق جیسے کیفی پاجامے پر سلور تلے والے کھسے پہنے وہ بے حد جاذب نظر تھی اس پر اسکے گھبراہٹ بھرے معصوم انداز۔۔۔۔

''اٹس اوکے۔۔ آپ جائیے اور اپنی کامیابی کو سیلیبریٹ کریں۔۔ اور آئندہ بھی اپنا ریکارڈ برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔''

چیئرمین صاحب سے رخصت لے کر وہ جوں ہی باہر نکلی، اسکے کلاس میٹس کیک اور غبارے تھامے اسکے گرد اکھٹے ہو کر شور مچانے لگے۔۔

''مس رجا واجد۔۔ کانگریچولیشنز!''

اپنے نام کی پکار پر وہ پلٹی تھی۔ وہ دانیال تھے۔۔

''تھینک یو۔!''

اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔

''آپ مجھے جانتی ہیں؟''

بڑی معصومیت سے سوال کیا گیا۔

''آپ کو کون نہیں جانتا یہاں!''

اس نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"مگر آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟"

اسکی حیرت کم ہونے میں نہیں آرہی تھی کہ وہ خود چل کر اسے مبارک باد دینے آئے ہیں۔

"مجھے تو آپ سے جان پہچان رکھنی ہی پڑے گی، بھئی آپ سے تو مجھے خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔"

انہوں نے مصنوعی خوف سے جھرجھری لی۔

وہ کھل کر مسکرائی۔ مقابل نے دلچسپی سے یہ نظارہ دیکھا۔

"خواہ مخواہ شرمندہ کر رہے ہیں آپ مجھے اور اب آپ کو مجھ سے بھلا کیا خطرہ؟"

"خطرہ کیسے نہیں؟ اپنے پہلے ہی سال میں آپ نے میرا ریکارڈ توڑ کر میری بادشاہت ختم کر دی۔۔ آگے نجانے آپ کہاں کہاں مجھے شکست دے جائیں؟!"

وہ اب بھی سنجیدہ نہیں لگ رہے تھے مگر رجا کو یہ بات سنجیدہ ہی معلوم ہوئی۔ اسکے مسکراتے لب اک دم سکڑ گئے۔

"کیا سچ مچ آپ کو برا لگ رہا ہے؟ مگر یہ میں نے ارادتاً تو نہیں کیا؟"

اب انہیں واقعی سنجیدہ ہونا پڑا۔

نہیں پلیز میں مذاق کر رہا ہوں آپ غلط نہ سمجھیں بلکہ مجھے خوشی ہے کہ اتنے سالوں بعد ہی سہی کوئی مجھ سے بھی زیادہ ذہین اور قابل اسٹوڈنٹ اس ادارے کو نصیب ہوا۔ اگر آپ میرے بیچ میں ہوتیں تو اچھا مقابلہ رہتا آپ سے مگر خیر۔۔ آپ نے بلا مقابلہ ہی مجھے ہرا دیا۔"

"مگر آپ۔۔"

اس نے انکساری ظاہر کرنا چاہی تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک کر کہا۔

"اس ادے رجا۔۔۔ میں قابل لوگوں کی قدر کرتا ہوں اینڈ آئی وش یو ویری بیسٹ ان لائف۔ انجوائے یور وکٹری!"

ایک خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ وہ اسے الوداعی کلمات کہتے ہوئے رُخ موڑ گئے۔

رجا نے اس وجیہہ شخص کی باوقار چال کو دیکھا یہاں تک کہ وہ کوریڈور عبور کر گئے۔ اس نے جب سے اس ادارے میں قدم رکھا تھا، وہ انکا نام سنتی آرہی تھی۔ سینئر اسٹوڈنٹس، اس کے اساتذہ، چیئرمین کے آفس میں رکھی ہوئی ٹرافیز، شیلڈز اور میڈلز سب میں دانیال جمشید کی کامیابیاں بولتی تھیں۔ وہ اس سے سینئر تھے۔ اس نے انکی تصویریں دیکھی تھیں، ادارے کی فوٹو گیلری میں اور ایک بار وی سی کے آفس میں جانے کا اسے اتفاق ہوا تھا جہاں اس نے ایک دیوار پر پورے ادارے کے ذہین ترین طلباء کی تصویریں دیکھی تھیں جن میں سے ایک دانیال تھے۔ متاثر کر دینے کی حد تک حسین، جن کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی، بھرے بھرے ہونٹوں کی اوٹ سے چمکتے سفید دانت اور چہرے پر چھائی ازلی معصومیت، گلے میں میڈل ڈالے، ایک ہاتھ میں شیلڈ تھامے وہ تصویر میں وی سی کے شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ اس نے سنا تھا کہ ادارے کی کئی لڑکیاں انکا دم بھرتی تھیں مگر وہ بڑے لئے دیئے رہنے والے شریف سے انسان تھے۔ رجا کا ان سے ملاقات کا تجربہ اچھا رہا تھا۔ وہ آج تک انکی ذہانت سے متاثر تھی مگر آج وہ اپنی شخصیت کی چھاپ بھی اسکے ذہن پر چھوڑ گئے تھے۔

✦✦✦

"دانی یہ کیا سن رہا ہوں میں؟ ڈیڈ بتا رہے

تھے کہ تم نے وہاں جاب کا فیصلہ کیا ہے؟''

جمشید خانزادہ کی بے یقین غصیلی آواز پر دانیال نے آنکھیں میچ کر ہونٹ دبایا۔

''یس پاپا ڈیڈا از رائٹ۔۔ میرے ٹیچر نے آفر کی تو مجھے بھی اچھا لگا کہ یہیں کام کرلوں۔۔''

''دانی آئی ایم ناٹ ہیپی ود دِس۔۔ تمہیں میرا کوئی خیال ہے؟ میں نے ڈیڈا کی ضد سے مجبور ہوکر تمہیں پاکستان بھیجا تھا کیونکہ وہ اپنا ملک چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ تم ان کے پاس رہے وہیں تعلیم حاصل کی مگر اب وہاں رہنے کی کیا وجہ ہے؟ بجائے اس کے کہ تم ڈیڈا اور اپنی گرینی کو فورس کرتے کہ وہ واپس امریکا آئیں، تم خود وہاں رہنے کیلئے عذر ڈھونڈ رہے ہو؟''

جمشید کسی طرح مطمئن نہ ہورہے تھے۔

دانیال نے ٹھنڈی سانس بھر کر اس وجہ کو بھرپور سوچا۔

''بس کچھ وقت پاپا۔۔ پھر میں اور ڈیڈا گرینی کے ساتھ واپس آجائیں گے۔۔ پلیز فار مائی سیک۔۔''

''تمہاری مام تمہیں بہت مس کرتی ہیں دانی۔۔ کبھی انکے لئے بھی سوچا کرو اور مینا۔۔ وہ بالکل اکیلی ہوگئی ہے یہاں۔۔ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد سارا دن بور ہوتی ہے۔''

جمشید کا لہجہ نرم ہوگیا تھا۔ وہ انکا اکلوتا بیٹا تھا۔

''مینا کو کہیں جاب کرلے۔ ماشا بھی تو شادی سے پہلے جاب کرتی تھی۔''

انہوں نے اپنی چھوٹی بہن کا نام لیا۔

''ماشا میں اور مینا میں بہت فرق ہے تمہیں پتا ہے۔ وہ افروز کی ڈیتھ کے بعد بالکل گم صم ہوگئی تھی۔ کتنی مشکل سے زندگی کی طرف واپس آئی ہے۔ اور وہ بھی تمہاری وجہ سے۔ تم سے ہی اسکی دوستی تھی اور تم ہی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں بے شک اسکا تایا ہوں اور وہ مجھے بہت عزیز بھی ہے بٹ آئی کانٹ بی ہر فرینڈ۔۔''

دانیال نے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلایا۔

''آئی انڈرسٹنڈ پاپا۔۔ اوکے میں مینا کو کال کرلوں گا۔''

''کیا؟ یعنی تم واپس نہیں آرہے؟''

انہیں پھر غصہ آگیا۔ دانیال نے عاجز سا ہوکر کنپٹی دبائی۔

''پاپا پلیز۔۔ کچھ وقت۔۔''

اس کے جواب پر جمشید خاموش ہوگئے۔

''بائے۔۔''

یک لفظی جواب دے کر انہوں نے فون بند کردیا۔ دانیال سانس بھر کر رہ گئے۔

+++

تھرڈ سمسٹر کے شروع میں ہی ڈیپارٹمنٹ میں یہ بات گردش کرنے لگی کہ دانیال جمشید ادارے میں واپس آرہے ہیں ایک لیکچرار کی حیثیت سے اور ایک دن وہ سچ مچ آگئے۔ چیئر مین نے انہیں نئے سرے سے، ایک نئی پہچان کے ساتھ متعارف کروایا، سارے جونیئرز خوش تھے کہ انہیں دانیال جمشید جیسے ذہین سٹوڈنٹ سے پڑھنے کا موقع ملے گا۔ خود وہ بہت خوش تھی۔ جب ہی دوڑتی ہوئی انکے پاس گئی تھی۔ وہ اسوقت فائنل ایئر کے سٹوڈنٹس کے ساتھ کھڑے باتیں کررہے تھے، اس پر نظر پڑتے ہی وہ ان سے معذرت کرکے خود اسکے پاس آئے، اسکے چہرے پر لکھی تحریر انہیں صاف بتا رہی تھی کہ وہ ان سے کیا کہنے آئی ہے۔

''کہئے کیسا رہا سرپرائز؟''

''مگر آپ۔۔۔ آپ نے پہلے تو نہیں بتایا

تھا کہ آپ۔۔"

اس نے مشکل سے جملہ پورا کیا، وہ بہت زیادہ پرجوش ہورہی تھی۔ اسکی حالت پر وہ کھل کر مسکرائے۔

"ہاں پہلے میں ذرا تذبذب کا شکار تھا مگر پھر میں نے ہاں کردی، جس دن آپ اپنی مارک شیٹ لینے آئی تھیں اس دن سر نے مجھے اسی سلسلے میں بلایا تھا۔"

"اوہ اچھا۔۔ پھر آپ کب سے جوائن کر رہے ہیں؟"

اس نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کوئی دو دن میں مگر میں آپ کو نہیں پڑھاؤں گا۔"

انہوں نے جیسے اسکی امید پر پانی پھیرنے کی کوشش کی اور وہ کامیاب بھی رہے۔

"مطلب؟ آپ مجھے کیوں نہیں پڑھائیں گے؟"

"میرا مطلب ہے کہ مجھے فرسٹ ایئر کو پڑھانا ہے اب اگر آپ دوبارہ فرسٹ ایئر پڑھنا چاہیں تو میری طرف سے خوش آمدید!"

انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر تسلیم خم کیا۔ ان کے انداز پر رجا نے رخ پھیر کر مسکراہٹ روکی۔

"مطلب میں آپ سے تھوڑی سی بھی مدد کی امید نہ رکھوں؟"

"اب اصولاً تو مجھے آپ کی کوئی مدد نہیں کرنی چاہیے کیونکہ آپ نے میرا ریکارڈ توڑا ہے اور آپ میری حریف ہیں لیکن اب چونکہ میں ایک استاد ہوں اور آپ شاگرد لہٰذا میں آپ کو آفر کرتا ہوں کہ آپ جب چاہیں مجھ سے مدد لے سکتی ہیں۔"

اپنی سیاہ آنکھوں سے اپنے حرف حرف کی تصدیق کرتے ہوئے وہ رجا کو اس لمحے بے حد معتبر لگے۔ اس نے اپنے دل میں انکی عزت بڑھتی ہوئی محسوس کی۔

"دھینکس دا۔۔۔"

کہتے کہتے اس نے فوراً اپنی زبان دانتوں تلے داب لی۔ وہ بے اختیاری میں انکا نام لینے جا رہی تھی، اسکی شرمندہ صورت دیکھ کر دانیال کے چہرے پر بڑی جاندار مسکراہٹ اُبھری۔

"اٹس او کے آپ مجھے دانیال کہہ سکتی ہیں رجا۔"

انہوں نے خوش دلی سے اسے اجازت دیدی۔ پھر چند ہی دنوں میں دانیال جمشید نے یونیورسٹی جوائن کرلی۔ اس سے تقریباً روز ہی ان کی ملاقات ہوجاتی تھی۔ وہ اپنا وعدہ بھی بھرپور طور پر نبھا رہے تھے۔ وہ جب بھی انکے پاس جاتی وہ اپنا سب کام ایک طرف رکھ کر اسکی مدد کرتے۔ دن یوں ہی مصروف سے گزر رہے تھے جب ایک دن خبر آئی کہ دعا نے ایک پیاری سی بیٹی کو جنم دیا ہے۔ وہ مما اور پاپا صبح ہی صبح اسکے گھر پہنچ گئے تھے۔ پورچ میں آریز اپنی کار کے پاس ڈگی کھولے کھڑا تھا اور ملازم کچھ سامان اس میں لا لا کر رکھ رہے تھے۔ آہٹ پر وہ متوجہ ہوا۔ دروازے سے اندر آتے وہاج صاحب کو دیکھ کر مسکراتا ہوا انکے پاس آگیا۔

"السلام علیکم انکل!"

وہاج صاحب نے جواباً مسکراتے ہوئے بانہیں وا کردیں۔ آریز عاجزانہ جھک کر ان سے بغل گیر ہوا۔

"مبارک ہو آپ کو آنٹی۔"

اب وہ چچی کی مما سے سلام دعا کرنے لگا۔ رجا نے سب سے آخر میں دہلیز پار کی تھی اور آریز کی پھیلی مسکراہٹ پل میں سمٹ گئی تھی۔ وہ

آج سال ڈیڑھ سال بعد اسکے روبرو تھی۔ تی روز نرم سوتی شلوار قمیض اور گرے کارڈیگن پہنے وہ ہمیشہ جیسی سنجیدہ اور دلکش لگ رہی تھی۔ سنہری زلفیں سمٹی ہوئی دونوں کندھوں کو ڈھانپے ہوئے تھیں۔ ایک ہاتھ میں موبائل جکڑے دوسرے سے لٹ پیچھے کرتی ہوئی وہ آریز کی گہری نظروں سے گھبرا سی گئی۔ دل میں حیران ہوتی چوری چوری اس کے بدلے ہوئے روپ کو دیکھنے لگی۔ خوب رو تو وہ ہمیشہ سے ہی تھا مگر اسوقت سفید شرٹ اور بلو جینز پر اوور آل پہنے وہ کوئی ینگ ڈاکٹر ہی لگ رہا تھا سیر اسکا بردبار سا اندازِ گفتگو اور رجا کو دیکھ کر سہولت سے نظر انداز کر دینا۔۔ رجا نہ چاہتے ہوئے بھی متوجہ ہو رہی تھی۔۔

''بیٹا ہم ہاسپٹل جانا چاہتے ہیں اور شیخ صاحب سے بھی ملاقات کرنی ہے۔ ریحان بھی فون نہیں اٹھا رہا۔ سب خیریت ہے؟''

وہاج صاحب نے فکرمندی سے پوچھا۔

''جی جی انکل سب خیریت ہے۔ اصل میں ابا جی تو آج رات تک واپس آئینگے۔ میرپور خاص گئے ہیں کسی کاروباری مصروفیت کے سلسلے میں اور ریحان چاچو فجر میں ہی واپس آئے تھے ہاسپٹل سے تو وہ یقیناً سو رہے ہوں گے۔ امی ہیں ہاسپٹل میں، میں بھی وہیں جا رہا ہوں آپ میرے ساتھ چلیئے۔''

کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بہت تحمل اور اعتماد کے ساتھ انہیں جواب دے رہا تھا۔ رجا کو اسکی شخصیت میں واضح تبدیلیاں محسوس ہوئیں۔

''ضرور بیٹا چلو۔'' وہ فوراً راضی ہو گئے۔

''امتیاز بھائی آپ وہاج انکل کی گاڑی لے کر ہاسپٹل آجایئے گا تاکہ ان کو واپسی پر مسئلہ نہ ہو۔''

اس نے گیٹ کے نزدیک بیٹھے ڈرائیور سے کہا اور روانہ ہو گیا۔ سارے راستے وہاج صاحب اس سے چھوٹی موٹی باتیں کرتے رہے اور وہ بڑی دل جمعی سے جوابات دیتا رہا۔ رجا پیچھے بیٹھی شیشے میں نظر آتی اس کی خاموش سنجیدہ نگاہوں کو غور سے دیکھتی رہی مگر آریز جیسے اسکی موجودگی سے ہی واقف نہ تھا۔ اسکی وہ مخصوص خوش مزاجی اور سادگی جیسے کہیں کھو گئی تھی۔

ہاسپٹل پہنچ کر دعا کے پہلو میں لیٹی اس نازک سی گڑیا کو دیکھ کر وہ سب کچھ فراموش کر گئی تھی۔ مما پاپا اور دعا اسکی دیوانگی دیکھ کر ہنسنے لگے تھے۔

''آریز بیٹھو نا؟''

دعا چچی نے اسے کونے میں کھڑا دیکھا تو مخاطب کر بیٹھیں۔

''نہیں بس اب چلوں گا لیٹ ہو رہا ہوں۔ آپ آنٹی انکل سے باتیں کریں میں شام میں آؤنگا۔ کوئی چیز چاہیے ہو تو فون کر دیجئے گا۔''

وہ سہولت سے انکار کرتا ہوا انکے پاس آیا۔ چچی نے محبت سے اسکا ہاتھ دبایا تو وہ مسکرا کر رجا کی طرف پلٹا جسکی گود میں وہ پھول سی بچی لیٹی تھی۔ ذرا سا جھک کر اسکا گال چھوا تو رجا بے ساختہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گئی۔ اسکے وجود سے اٹھتی مہک بہت زور آور تھی۔ اسکا دل بہت زور سے دھڑک کر خاموش ہوا تھا۔ آریز نے اسکا ہٹنا بہت محسوس کیا اور یوں ہی نظر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ رجا اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ آریز گہری نظر ڈال کر واپس پلٹ گیا۔ مما پاپا آریز کی امی اور دعا سے باتوں میں مشغول تھے کسی نے کچھ نہ دیکھا تھا مگر وہ پھر بھی نادم سی ہو گئی۔ آریز جا چکا تھا۔

✦✦✦

''دعا کیا آریز اب بھی مجھ سے۔۔؟''

مما پاپا اور آریز کی امی گھر چلے گئے تھے۔
وہ دعا کے ساتھ اکیلی تھی۔ سارا دن وہ آریز کی تعریفیں اور ذمہ داری کے قصے سنتی رہی تھی۔ یہ یکا یک کیا ہو گیا تھا اسے۔۔ خود رجا صبح سے اسکی شخصیت کے زیر اثر تھی۔ اسکے سوال پر دعا نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ اسکا چہرہ بے تاثر تھا۔ یوں بھی وہ اپنا آپ چھپانے میں ماہر تھی۔

''میں کچھ کہہ نہیں سکتی رجا کیونکہ اب وہ تمہارے بارے میں بات نہیں کرتا۔۔ بہت مصروف ہو گیا ہے میڈیکل کی پڑھائی کی وجہ سے۔۔''

رجا خاموش رہی۔

''تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ تم نے تو اسے سیدھے رستے پر لگا دیا ہے نا؟ ویسے بھی یہ سب تمہارا ہی احسان ہے۔۔''

دعا نے خوب مزے لے کر طنز کیا۔

''اچھا زیادہ اوور ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔ ہر بات میں اپنے مطلب مت ڈھونڈا کرو۔''

رجا اچھا خاصا تپ گئی۔ دعا زور سے ہنسیں۔

''نہیں اماں جی میری مجال۔۔ مجھے پتا ہے تم نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ تمہیں بہت فکر رہتی ہے لوگوں کی اصلاح کی۔''

دعا باز نہ آئیں۔ رجا نے احتجاجاً واک آؤٹ کر دیا۔ کوریڈور کے دوسرے سرے سے آریز چلا آ رہا تھا ساتھ ریحان بھائی بھی تھے۔

''ہاں بھئی لڑکی میری بیٹی کچھ باقی بچی ہے یا تم پوری چٹ کر گئیں؟''

ریحان صبح سے اسے والہانہ بچی کو پیار کرتے دیکھ رہے تھے جبھی چھیڑنے لگے۔۔

رجا۔ آریز کے سامنے جز بز سی ہوگئی جو لاتعلق سا ایک طرف کھڑا ہو گیا تھا۔

''آپ کی بیٹی صحیح سلامت اپنی اماں کے پاس سو رہی ہے۔''

اس نے ناراضگی سے جواب دے کر ایک نظر دعا کو دیکھا جو اسے معنی خیزی سے دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔

''ارے میں مذاق کر رہا تھا یار۔۔ تم تو اکلوتی خالہ ہو حق ہے تمہارا۔''

ریحان نے ہنستے ہوئے اسکا سر تھپکا۔

''آریز تم رجا کو گھر لے جاؤ صبح سے یہیں ہے تھک گئی ہوگی۔ دعا کے پاس میں ہوں۔ ویسے بھی صبح ڈس چارج کر دیں گے اسے۔''

ریحان نے آریز کو مخاطب کیا تو وہ بنا کوئی جواب دیئے سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔ رجا ان دونوں سے ملتی ہوئی نیچے پارکنگ میں آ گئی جہاں وہ اپنی کار کی چھت پر بازو پھیلائے کھڑا تھا۔ صبح کا فریش حلیہ اب زف سا ہو گیا تھا۔ بال پیشانی پر بکھرے تھے۔ آنکھوں میں مخصوص سنجیدگی کا راج تھا۔ بازو پر چہرہ ٹکائے وہ اسے بے حد تھکا ہوا اور اداس لگا۔ رجا خاموشی سے آ کر فرنٹ ڈور کے آگے کھڑی ہو گئی۔ آریز نے چونک کر دیکھا اور چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ سفر خاموشی سے کٹنے لگا۔

''مبارک باد!! تمہارا ایم بی بی ایس کا فرسٹ ایئر شاندار رہا۔۔ دعا نے بتایا۔''

رجا کو اسکی خاموشی سے خوف آنے لگا تو ہڑبڑا کر کہہ بیٹھی۔ آریز نے ابرو اچکا کر اسکی سمت دیکھا۔

''تھینکس۔۔ تمہاری وجہ سے ہی ممکن ہوا سب۔''

آریز نے طنز نہیں کیا تھا مگر جس طرح وہ سامنے دیکھ کر ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا، رجا

digest Novels Lovers group

کو لگا وہ اسے جتا رہا ہے۔

"ایکچولی آئی ایم سوری۔۔ اس دن میں کچھ زیادہ بول گئی تھی ورنہ تم تو۔۔"

آریز نے اس کے کچھ زیادہ پر نظر گھما کر اسے دیکھا مگر وہ متوجہ نہیں تھی۔ سر جھکائے انگلیاں مروڑ کر منمناتی ہوئی وہ اپنی فطرت کے برخلاف مظاہرہ کر رہی تھی۔

"آئی مین میں بس یہ چاہتی تھی کہ تم اپنی اسٹڈیز کو سیریس لو، اسکے علاوہ میرا اور کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

(تو یہ آج بھی میری ناصح بننے آئی ہے۔۔ احساس صرف اپنے لفظوں کا ہے۔۔ میرے جذبوں کا نہیں؟)

اس نے اسٹیئرنگ ویل پر اپنی گرفت مضبوط کر دی اور اس سے بھی زیادہ مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں رجا کہ تمہارا اس کے سوا کوئی اور ارادہ نہیں تھا اور معذرت دراصل مجھے تم سے کرنی چاہیے، میں بے سبب ہی تمہارے سامنے بے اختیار ہوا، اپنی اس نا سمجھی کا مجھے تا عمر افسوس رہے گا۔"

رجا کے دل میں اسکے الفاظ ترازو ہو گئے۔ اسے محسوس ہوا جیسے ایک بھرے گلاس کو خالی کر کے اسکے آگے رکھ دیا گیا ہو اور اسے اب پیاس محسوس ہو رہی ہو۔۔۔

اس کے آگے گفتگو ہو نہ سکی۔ سفر خاموشی سے کٹ گیا اور وہ اسے گھر کے گیٹ پر اتار کر گاڑی پھر بھگا لے گیا۔ رات وہ بہت دیر سے واپس آیا تھا کیونکہ جب تک وہ سوئی اسکا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ صبح وہ اسے پورے گھر میں ڈھونڈتی رہی مگر وہ نہیں ملا۔ کچھ تشنگی تھی جو رجا کو بے چین کیے دے رہی تھی۔ وہ اسے ڈھونڈ رہی تھی تو وہ مل کیوں نہیں رہا تھا مگر جب جاتے وقت وہ گاڑی میں بیٹھ کر سب کو الوداع کہہ رہی تھی تو اسکی نظر اوپر بالکنی میں پڑی تھی اور ٹھہر گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ ریلنگ پر ٹکائے آگے کی طرف تھوڑا جھک کر نیچے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سرخ آنکھیں رت جگے کی غماز تھیں اور ان میں ٹھہری تڑپ۔۔۔ وہ بنا پلک جھپکے بے خوفی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ رجا چاہ کر بھی نظر نہیں پھیر پائی۔ اس کے دید کے آخری لمحے تک وہ آنکھیں اسکے چہرے پر گڑی تھیں۔۔۔

✦✦✦

وہ جب سے دعا کے گھر سے آئی تھی آریز کا خیال کسی سائے کی طرح اس کے ساتھ تھا۔ وہ جو اسے اس کی پہچان کا سبق پڑھانے گئی تھی آج اپنی پہچان بھی بھول گئی تھی۔

"یہ بس اس کی امیچورٹی ہے اور کچھ نہیں۔"

اسے یاد تھا جب دعا نے اسے آریز کی فیلنگز کے بارے میں بتایا تھا تو اس نے یہی جواب دیا تھا اور پھر کس طرح اس نے خود آریز کو منہ توڑ جواب دیا تھا۔ وہ ایسا ہی سمجھتی تھی کہ یہ اس کی وقتی جذباتیت ہے جو کچھ عرصے بعد ختم ہو جائے گی۔ اسے کبھی بھی اپنی عمر کے لڑکوں میں دلچسپی نہیں رہی تھی کیونکہ وہ ان سب کو لاپرواہ اور نا سمجھ تصور کرتی تھی اور آریز کے بارے میں بھی اس کا یہی خیال تھا اور اس پر اس کی تعلیم سے عدم دلچسپی۔۔۔

اپنے طور پر اس نے جیا کی مہندی والی رات اس معاملے کو ختم کر دیا تھا۔ اسکا خیال تھا کہ اسکے اتنے سخت ردعمل کے بعد آریز کی اسکے لئے تمام جذباتیت ختم ہو جائے گی اور وہ سنجیدگی سے اپنی زندگی کے بارے میں سوچے گا اور شاید ایسا ہو بھی گیا تھا۔ اس بار جب وہ اس سے

ملی تو اس نے آریز کو ویسا ہی پایا جیسا اس نے سوچا تھا مگر پھر اب خود اسے کیا ہو گیا تھا۔ اصولاً اسے خوش اور مطمئن ہونا چاہیے مگر وہ بے چین اور اداس ہو گئی تھی۔

''اپنی اس نا سمجھی کا مجھے تا عمر افسوس رہے گا۔''

آریز سے زیادہ افسوس تو خود اسے ہوا تھا یہ جان کر کہ وہ ایک نا سمجھی تھی۔ وہ اپنی اس کیفیت پر حیران پریشان تھی۔ اسکے وجود کو ایک خالی پن گھیر رہا تھا۔۔

''اگر یہ نا سمجھی تھی آریز مصطفیٰ تو وہ وقتِ رخصت مجھے والہانہ تکتے رہنا؟ وہ نا سمجھی کے کس زمرے میں آتا ہے؟''

مگر وہ جانتی تھی کہ وہ یہ سوال کرنے کا حق اب کھو چکی ہے۔ اسے مسترد کر کے رجانے خود کو دستبردار کر لیا تھا۔ اب اگر وہ اس سے سوال کرتی تو اپنے مقام سے گر جاتی اور یہ اسے گوارا نہیں تھا۔

✣✣✣

آج وہ بہت تھک کر گھر پہنچے تھے۔ صبح سے لگاتار کلاسز پھر چیئر مین کے ساتھ اسٹاف کی میٹنگ۔۔ انہوں نے صبح کا ایک گلاس جوس لے رکھا تھا سو اسوقت بھوک اور تھکن سے برا حال تھا۔ گاڑی پارک کر کے جوں ہی انہوں نے اندرونی داخلی دروازہ دھکیلنا چاہا کسی نے اندر سے دروازہ کھول دیا۔ دانیال کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ سامنے مینا کھڑی تھی۔ ہمیشہ جیسے سادہ اروپ میں۔۔ درمیانی مانگ نکال کر اپنے سیاہ سیدھے بالوں کو چوٹی میں مقید کیے، سینے پر دوپٹہ پھیلائے۔۔ اپنی سیاہ کشادہ آنکھوں سے انہیں دیکھتی ہوئی وہ بہت دل سے مسکرائی تھی۔۔

''السلام علیکم!''

دانیال جانتے تھے کہ یہ نرم بے ریا مسکراہٹ اسکے چہرے پر بس انکے لئے ہی آتی تھی۔ جواباً وہ حیران ہوتے مسکرائے۔

''تم یہاں کیسے؟ واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز؟''

''آپ نے بڑے پاپا کو منع کر دیا واپس آنے سے اور مجھے گرینی اور ڈیڈا کی بہت یاد آ رہی تھی اس لئے آ گئی۔''

اس نے بلا جھجک کہہ دیا۔ دانیال نے سر ہلایا۔

''لڑکی کچھ کیریئر پر بھی فوکس کرو۔ فائدہ کمپیوٹر میں ڈگری لینے کا جب یوں گھر ہی بیٹھنا ہے تو۔''

''ڈگری لینے کا مطلب نوکری کرنا نہیں ہوتا۔۔ میرا شوق تھا سو پڑھ لیا۔۔ یہ نوکری ووکری نہیں ہوگی مجھ سے۔۔''

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اندر آ گئے۔ مینا نے کسی معمول کی طرح انکا بیگ اور کوٹ ان کے ہاتھ سے لیا اور لمحوں میں پانی کا گلاس لئے روبرو آ گئی۔ دانیال کو عرصے بعد بھی اسکا یوں معمول کے انداز میں یہ سب کرنا حیران بھی کر رہا تھا اور خوش بھی۔

''مجھے کوئی حیرانی نہیں ہوگی اگر تم کہو گی کہ آج کھانا بھی تم نے بنایا ہے۔''

وہ ان کے سامنے آ کر بیٹھی تو دانیال براہ راست اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔ مینا کھانا لائی۔

''بالکل اور آپ کو یہ بھی پتا ہونا چاہیے کہ میں نے کیا پکایا ہوگا۔''

اب کی بار دانیال کا قہقہہ بلند تھا۔ مینا مبہوت سی ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ دل کو قرار آنے لگا تھا۔ اس شخص کی خوشی سے اسکی خوشی بندھی

تھی۔ اسکی آواز گویا اذنِ حیات تھی اسکے لئے۔۔

''دانی آ گیا؟''

ڈیڈا اپنی اسٹک کے سہارے قدم اٹھاتے ہوئے باہر آ گئے تھے۔

''یس ڈیڈا۔۔ کیسے ہیں آپ؟''

دانیال نے فوراً اٹھ کر انہیں ہاتھ تھام کر ساتھ بٹھالیا۔

''آئی ایم پریکٹیکلی فائن۔۔۔ میری بیٹی جو آ گئی ہے۔''

ڈیڈا کا اشارہ مینا کی طرف تھا۔

''گرینی کہاں ہیں؟''

دانیال نے ادھر ادھر انہیں تلاش کیا۔

''مام نے کچھ ضروری چیزیں پاکستان سے منگوائی ہیں اپنے اسٹور کیلئے، گرینی وہی لینے گئی ہیں ڈرائیور کے ساتھ۔''

جواب مینا نے دیا تھا۔ وہ دانیال کی مام کو مام ہی کہتی تھی۔ وہ بچپن سے انکے ساتھ رہی تھی۔ اسکی اپنی ماں تو پیدائش پر ہی وفات پا گئی تھی۔ ڈیڈ اس سے بہت پیار کرتے تھے مگر انہوں نے دوسری شادی بھی کر لی تھی۔ مینا کو جمشید خانزادہ نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ سو اسکا سارا بچپن جوانی انہی لوگوں کے ساتھ گزرا تھا۔ ماشا اور دانیال اس سے بڑے تھے۔ ماشا اس سے شفقت کا برتاؤ کرتی مگر دانیال کا رویہ دوستانہ تھا۔ وہ اپنی فطری نرم دلی سے اس کے ساتھ بے حد تعاون کرتے۔۔ وہ قدرتی طور پر ان کے قریب ہو گئی تھی اور پھر ڈیڈ کی وفات کے بعد وہ جس طرح اپنے آپ میں گم صم ہو گئی تھی، اس کڑے وقت سے اسے دانیال کی فکر اور دوستی نے ہی نکالا تھا۔ مینا اس وقت تک جوانی کی دہلیز پار کر چکی تھی اور یہ شخص اسکے لئے دوست سے بڑھ کر کچھ حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ بچپن سے جوانی کا سفر اس نے دانیال کے ہی سہارے طے کیا تھا۔ اسے باقی زندگی کیلئے بھی کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ دانیال جمشید اسکے لئے کافی تھا۔ یہ مہربان سا شخص اسکا عشق تھا!

''اب سچ سچ بتادیں کہ کیوں واپس نہیں آ رہے آپ؟ جاب کی آپ کو ضرورت نہیں۔ ڈیڈا کو منانا بھی آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور بڑے پاپا کی نافرمانی آپ نے کبھی کی نہیں تو پھر وہ کونسی وجہ ہے جو آپ سے یہ سب کروا رہی ہے۔''

رات کے کھانے کے بعد جب ڈیڈا اور گرینی سو گئے تو وہ حسب عادت اپنے اور دانیال کیلئے کافی بنا کر انکے روم میں لے آئی تھی۔ دانیال آرام دہ لباس میں روکنگ چیئر پر آنکھیں موندے ہولے ہولے جھول رہے تھے۔ مینا کی بات مکمل ہونے تک وہ یوں ہی آنکھیں موندے جھولتے رہے البتہ چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ مینا نے ٹھٹک کر انکی محویت دیکھی۔

''رجا۔۔۔ رجا داجا ہے اس وجہ کا نام۔''

دانیال نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے انکشاف کیا۔ مینا کو لگا وہ کھڑے کھڑے گر جائے گی۔ گہری سانس بھر کر اس نے دانیال کی کرسی کی پشت کو تھاما۔ دانیال گھبرا گئے۔

''مینا کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟''

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے تھامنے لگے۔ مینا کو انکا لمس کمزور کرنے لگا تو آہستگی سے انکے ہاتھ ہٹا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''چکر آ گیا۔۔ شاید ماحول کی تبدیلی سے۔

پاکستان میں بہت گرمی اور ڈسٹ ہے۔"
اس نے سراسر بات بنائی تھی۔ دانیال فکر مند سے ہو گئے۔ پاس بیٹھ کر پانی کا گلاس اسکے لبوں سے لگایا اور آہستہ آہستہ اسکا سر سہلانے لگے۔ مینا کو انکی توجہ پریشان کرنے لگی حالانکہ وہ تو ہمیشہ ہی اسکے لیے ایسے ہی فکر مند رہتے تھے۔

"یہ رجا دہاج کون ہے؟"
اپنی ہر چیخ کا گلا گھونٹ کر اس نے چہرے پر بشاشت سجائی اور دانیال سے پوچھا۔
"تم ٹھیک ہو مینا؟"
دانیال نے اسکا سوال نظر انداز کر دیا۔
"میں ٹھیک ہوں دانی۔۔ آپ بتائیں کون ہے وہ جس نے آپ کو یہاں باندھ لیا؟"
مینا نے انکے ہاتھ دبا کر تسلی دی تو اسکے مضبوط انداز پر دانیال مسکرائے اور رجا کے بارے میں بتانے لگے۔ مینا دل پکا کیے سنتی رہی۔
"وہ بہت الگ ہے مینا۔۔ بہت دھن کی پکی۔۔۔ مگر مجھے اندازہ ہے وہ اپنی اسٹڈیز پوری ہونے سے پہلے ایسا کچھ نہیں چاہے گی۔"
مینا کو انکے چہرے سے پھوٹتی روشنی مسحور کر رہی تھی۔ وہ کتنا چاہنے لگے تھے اس خوش نصیب لڑکی کو۔
"کیا وہ بھی آپ سے؟"
اس نے بس اتنا ہی پوچھا۔
"پتا نہیں۔۔ میں نے کبھی اس سے اس بارے میں بات نہیں کی۔۔"
دانیال نے کندھے اچکائے۔ مینا نے سر ہلایا۔
"پھر مجھے کب ملوا رہے ہیں؟"
وہ چہکی۔ دانیال مسکرائے۔
"مینا۔۔؟ ابھی ابتدا ہے۔۔ پہلے مجھے تو سمجھنے دو کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہے۔"
دانیال نے نظر ترچھی کر کے اسے گھورا اور ہنس دیے۔ مینا نے کافی کا مگ ہونٹوں سے لگا کر خود کو رونے سے باز رکھا تھا۔

digest Novels Lovers group ❤️❤️

✦✦✦

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کی طرف سے میڈیکل سٹوڈنٹس اور ینگ ڈاکٹرز کے لیے کراچی میں ایک سیمینار اور تین روزہ ورکشاپ کا اہتمام کیا جا رہا تھا جس میں بیرونی ممالک سے ماہرین طبعیات قابل ڈاکٹرز اور سرجنز کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس سیمینار میں پورے پاکستان کے میڈیکل کالجز کے ذہین اور لائق طلبہ کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی جن کا انتخاب میرٹ کی بنیاد پر کیا جانا تھا۔ حیدرآباد سے صرف چار طلبہ کا انتخاب کیا گیا تھا جن میں سے ایک وہ تھا۔ پچھلے دونوں سیمسٹرز میں اس نے نمایاں کامیابیاں حاصل کی تھیں جس کے باعث وہ کالج میں پہچانا جانے لگا تھا۔ سارے اساتذہ نے اس کے حق میں ووٹ کیا تھا اس سے یہ خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی وہ کب سے دعا چچی کے کمرے میں بیٹھا یہی باتیں کیے جا رہا تھا کہ وہ فلاں سرجن سے ملے گا جس کی کتابیں وہ پڑھتا ہے فلاں ڈاکٹر نے اس حوالے سے اچھا ریسرچ ورک کیا ہے فلاں کا انٹرویو اس نے اخبار میں پڑھا تھا اور دعا خاموشی سے اسے سن رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ ذرا سی محنت نے اس لڑکے کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے یہ وہی لڑکا تھا جو اخبار بھی مشکل سے ہی پڑھتا تھا آج کتنے یقین کے ساتھ یہ مختلف ڈاکٹرز اور ان کی کتابوں پر تبصرہ کر رہا تھا کون کہہ سکتا تھا کہ یہ ڈاکٹر آرینز

مصطفیٰ کبھی چیٹنگ کر کے امتحان پاس کرتا تھا۔ وہ دل ہی دل میں رجا پر رشک کرتیں جس کی محبت میں اس نے اپنی زندگی کا مقصد ہی بدل دیا تھا ابھی وہ دونوں باتیں ہی کر رہے تھے کہ دعا کے موبائل کی بیل بجی وہ اس سے معذرت کر کے فون سننے باہر چلی گئیں۔ آریز بھی بیڈ پر لیٹی بچی کی طرف متوجہ ہوا نہ جانے کیوں چچی کی یہ پیاری سی بیٹی اسے بالکل انہی کی طرح عزیز ہو گئی تھی وہ اسے پیار سے پری کہتا تھا جبکہ اس کا نام پریشے تھا۔ ابھی وہ پری کے پیارے سے ہاتھوں کو چوم رہا تھا جب چچی واپس آئیں۔

''آریز تمہیں کب تک جانا ہے کراچی؟''

انہوں نے بنا تمہید کے اس سے سوال کیا۔

''میں تو کل تک جاؤں گا کیونکہ سیمینار پرسوں شام میں ہے۔''

اس نے ان کی پریشان صورت دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے پھر میں کل تمہارے ساتھ ہی چلتی ہوں کیونکہ ریحان کو کچھ کام آ گیا ہے اس لیے وہ ایک ہفتے سے پہلے تو فارغ نہیں ہوں گے اور وہاں مما پاپا انتظار کر رہے ہیں میرا۔''

دراصل چچی کچھ دنوں کے لیے اپنے میکے جا رہی تھیں کیونکہ پری کی وجہ سے وہ کافی مہینوں سے اپنے گھر نہیں جا سکی تھیں۔

''تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا؟'' انہوں نے اسے سوچ میں ڈوبے دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں چچی کوئی مسئلہ نہیں آپ تیار رہیے گا ہم کل دوپہر تک نکل جائیں گے۔''

انہیں مطمئن کر کے وہ باہر نکل آیا مگر خود کو کیسے مطمئن کرتا وہ جتنا اس لڑکی سے بھاگنا چاہتا تھا اتنا ہی تقدیر اسے اس کے سامنے لا کھڑا کرتی تھی۔ جیا کی شادی والے واقعے کے بعد سے وہ اس کا سامنے کرنے کی خود میں ہمت نہیں پاتا تھا۔ گو اب اس کے دل میں رجا کے لیے کوئی شکوہ نہیں تھا مگر اپنے ٹھکرائے جانے کا احساس اب بھی کہیں موجود تھا جس کے لیے وہ اسے نہیں بلکہ خود کو ہی قصوروار ٹھہراتا تھا رجا کے دل میں اس کے لیے کوئی جذبہ نہیں تھا یہ تو طے تھا مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو اب بھی اسی اک نام پہ دھڑکتا تھا۔ پچھلے دنوں اس کی آمد پر وہ جن طوفانوں سے گزرا تھا یہ بس وہی جانتا تھا اس کی کھوجتی نگاہوں کی تپش اسے پگھلائے دے رہی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ اب اس کی زندگی میں کہیں نہیں ہے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اسے مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا جو یہ سمجھتی تھی کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اور سچ تو یہ بھی تھا کہ اس کی زندگی کو ایک مقصد دینے میں وہ سچ مچ کامیاب ہو بھی گئی تھی اسی لیے وہ اپنی ساری کامیابیوں کا اصل حقدار اسے ہی قرار دیتا تھا۔ انہی سوچوں میں گم وہ اپنے کمرے میں آ کر اپنی پیکنگ مکمل کر رہا تھا جب آفاق کا فون آ گیا۔ آفاق کو اس کے گھر والوں نے پڑھائی کے لیے کراچی بھیج دیا تھا اور آج کل وہ یونیورسٹی ہاسٹل میں ہی قیام پذیر تھا اس نے آریز سے درخواست کی تھی کہ وہ کراچی آتے وقت اس کی کچھ کتابیں اسے یونیورسٹی پہنچا جائے جو وہ پچھلے ہفتے جلدی میں اپنے گھر ہی بھول آیا تھا آریز نے اس کی بات مان لی اور صبح ہی اس کی کتابیں اس کے گھر سے لے آیا۔ جب وہ اور چچی کراچی پہنچے تو شام ڈھل رہی تھی۔ وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے اس خوبصورت بنگلے کے لان میں لائٹس جل چکی تھیں سورج آخری لمحوں میں بھی اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا اور لان میں کھلنے والے اس ٹیرس

میں کھڑی وہ پاگل لڑکی آج بھی سورج کے غم میں برابر کی شریک تھی۔ آریز کی نظروں میں ڈھائی سال پہلے کا منظر گھوم گیا۔ رجا کو اپنی مدہوشی میں ابھی تک ان کی آمد کا احساس نہیں ہوا تھا دعا اندر جا چکی تھیں اور آریز اب تک لان میں کھڑا اس کی من موہنی صورت اپنی آنکھوں میں جذب کر رہا تھا اس کا دل ایک بار پھر مچل گیا تھا۔

''وہ کیسے اس پیاری سی لڑکی سے محبت نہ کرے؟''

نہ جانے وہ کب تک یوں ہی اسے دیکھتا رہتا اگر گاڑی کا ہارن اسے اپنی جانب متوجہ نہ کرتا، اس نے رخ موڑ کر گیٹ کی طرف دیکھا جہاں سے بلیک سٹی اندر پورچ میں داخل ہو رہی تھی۔ گاڑی سے اترنے والے وہاج انکل تھے۔ لان میں کھڑے آریز کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ وہ سیدھے اس کے پاس آئے اور گلے لگا کر اس کا استقبال کیا یقیناً دعا نے انہیں اپنی آمد سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ پھر وہ اپنے بازوؤں کے گھیرے میں ہی اسے اندر لے آئے جاتے جاتے آریز نے پھر ایک نظر ٹیرس پر ڈالی جو اب خالی ہو چکا تھا اس نے پھر ایک بار خود کو کمپوز کیا یقیناً وہ اندر ہی موجود ہوگی۔ مگر اس کی توقع کے برخلاف لاؤنج میں صرف دعا چچی اور ان کی مما موجود تھیں۔

''بیٹا تم اتنی دیر سے باہر کیا کر رہے تھے؟''

چچی کی مما نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔ اس نے ایک نظر اپنے پاپا کے گلے لگی ہوئی چچی کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں اور انداز بتا رہا تھا کہ انہیں سب معلوم ہے آریز نے ان سے نظریں چرا کر آنٹی کو ٹالا۔

''کچھ نہیں آنٹی وہ آپ کا لان بہت خوبصورت ہے نا اس لیے۔''

دعا کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی تو رجا سے ملنے کا بہانہ کر کے وہاں سے اٹھ گئیں۔ انکل آنٹی اس کی پڑھائی کے متعلق پوچھنے لگے۔ مختصر سی گفتگو کے بعد آنٹی نے اسے گیسٹ روم میں پہنچا دیا جہاں اس کا سامان پہلے ہی رکھا جا چکا تھا۔ فریش ہو کر اس نے تھوڑا سا آرام کیا اور ٹھیک نو بجے اسے ڈنر کے لیے بلاوا آ گیا۔

✧✧✧

بارہ کرسیوں پر مشتمل وسیع ڈائننگ ٹیبل سارے کمرے کو گھیرے ہوئے تھے کمرے کی داخلی دیوار پر لٹکا ہوا قیمتی پینڈولم نو کا گھنٹہ بجا رہا تھا کمرے کی دیوار گیر کھڑکیوں پر ہلکے رنگوں کے شیفون کے پردے پھیلے ہوئے تھے ٹیبل پر موجود کراکری اپنی قیمت خود بتا رہی تھی۔ ماسٹر چیئر پہ انکل براجمان تھے اور ان کے دائیں بائیں آنٹی اور دعا چچی بیٹھی ہوئی تھیں۔

''آریز آؤ بیٹا اور بھئی یہ رجا کہاں ہے میں نے اسے ابھی تک نہیں دیکھا!''

انکل نے اسے دیکھتے ہوئے آنٹی سے پوچھا۔

''ہاں بس آ رہی ہے آج وہ لیٹ ہو گئی تھی یونیورسٹی سے تو تھوڑا تھک گئی ہے۔''

ابھی آنٹی جواب دے ہی رہی تھیں جب وہ اندر داخل ہوئی۔ آریز نے نگاہ پلیٹ کی جانب ہی رکھی مگر وہ اس کے بالکل سامنے والی چیئر پر آ کر بیٹھ چکی تھی۔

''السلام علیکم!''

دھیمی آواز میں اس نے پتہ نہیں کیسے سلام کیا تھا۔ آریز کی نظر اس کے سفید ہاتھوں سے ہوتی ہوئی گلابی چہرے سے جا ٹکرائی۔ اسی پل رجا نے لرزتی پلکوں سے اس کی طرف دیکھا۔ ایک کمزور لمحہ دونوں کے دلوں پر آ کر گزر گیا۔ اب

رجا اپنے پاپا کی طرف متوجہ تھی۔ ہونٹوں کے کناروں سے مسکراہٹ بھی جھانکنے لگی تھی اور آریز نے بریانی کی ڈش اٹھالی تھی۔

''آریز کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ تکلف مت کرنا۔''

دعا نے شرارت سے فقرہ اچھالا پتہ نہیں وہ پہلے سے ادھر متوجہ تھیں یا ابھی ابھی اسے دیکھا تھا۔

''بالکل بھی نہیں چچی میرا اپنا گھر ہے۔''

آریز نے بھی اسی شرارت سے جواب دیا۔

''بھئی مجھے تمہاری اپنائیت بہت پسند آئی بیٹا۔''

آنٹی نے خوش دلی سے کٹلٹس کی پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

''تھینکس آنٹی۔''

رجا کو ماننا پڑا کہ آریز اب واقعی بڑا ہو گیا تھا۔

''دعا بتا رہی تھی کہ تمہاری کوئی ورکشاپ ہے یہاں کراچی میں؟''

انکل نے کانٹے سے سیلڈ اٹھاتے ہوئے اسے متوجہ کیا۔

''جی انکل پاکستان میڈیکل ایسوسیشن کی طرف سے ورکشاپ اور سیمینار ہے۔''

وہ بہت اعتماد سے باقی کی تفصیلات بھی سب کو بتانے لگا۔ دعا بھی بیچ بیچ میں لقمے دیتی رہیں انکل آنٹی بے حد متاثر تھے اور رجا اتنی ہی شرمندہ اس نے دوبارہ اپنی جھکی پلکیں نہیں اٹھائی تھیں جیسے اسے واقعی بہت بھوک لگ رہی تھی۔

''میرا میرٹ پر سلیکشن ہوا ہے۔''

یہ آخری جملہ تھا جو رجا کی سماعتوں سے ٹکرایا۔ اسے محسوس ہوا یہ کہا ہی اسے سنانے کے لیے گیا تھا۔

''کہ لو یہ ایک کمی تھی نا مجھ میں وہ بھی پوری کردی میں نے اب؟'' رجا نے اچانک ہی ٹیبل چھوڑ دی اس کا کھانا ختم ہو چکا تھا۔

''کیا ہوا رجا؟''

انکل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کچھ نہیں پاپا میں نے کھالیا ہے مجھے اپنی اسائنمنٹ بنانی ہے سو پلیز ایکسکیوز می!''

کہنے کے ساتھ ہی وہ متوازن چال چلتی کمرے سے غائب ہو گئی۔

''اوکے انکل میں بھی اب آرام کروں گا کل کے لیے کچھ تیاری بھی کرنی ہے۔'' آریز کو اب کل کی فکر ستانے لگی تھی۔

''بیٹا میں چاہتا تھا تم اپنی ورکشاپ تک یہاں ہی رکتے مجھے خوشی ہوتی۔''

اسے کوئی شک نہیں تھا کہ وہ تکلفاً نہیں بلکہ سچے دل سے اس سے درخواست کر رہے تھے۔

مائی پلیژر انکل مگر کچھ رولز ہیں اس لیے مجھے ہوٹل میں ہی ٹھہرنا پڑے گا اپنے گروپ کے ساتھ آئی ہوپ یو انڈرسٹینڈ!''

اس نے بھی نرم خوئی سے انہیں سمجھانا چاہا۔

''او یس آئی ڈو! اٹس اوکے بیٹا۔''

انہوں نے بھرپور مسکراہٹ سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد وہ سب سے معذرت کرتا اپنے روم میں آگیا۔ اسے کل کے لیے خود کو فریش رکھنا تھا وہ سونا چاہتا تھا مگر آج نیند اس سے روٹھے گی یہ اسے اچھی طرح معلوم تھا۔

کٹ گئی رات تیرے خوابوں میں
دن گزرنے میں بہت دیر لگی
تیری آنکھوں کی طرح گہرا تھا
زخم بھرنے میں بہت دیر لگی

٭٭٭

نئی جگہ تھی اس لیے صبح بھی اس کی آنکھ بہت جلدی کھل گئی تھی وہ فریش ہو کر باہر آیا تو وہاں دن کا سماں تھا۔ سات بج رہے تھے اور آنٹی کچن میں ناشتہ تیار کر رہی تھیں اور ایک ملازمہ ان کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ لاؤنج میں چچی پری کے ساتھ مصروف تھیں۔ باہر لان میں انکل کرسی ڈالے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے وہ بھی وہیں ان کے پاس چلا آیا وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس جوگرز پہنے بیٹھے تھے جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ابھی ابھی جوگنگ سے آئے ہیں۔ اسے آتا دیکھ کر انہوں نے خوش دلی سے اسے گڈ مارننگ وش کیا پھر وہ تھوڑی دیر وہیں بیٹھ کر کراچی کی خنک مگر سنہری صبح کو انجوائے کرتا رہا کچھ ہی دیر بعد آنٹی نے ناشتے کے لیے بلا لیا۔

ابھی وہ ناشتہ کر ہی رہے تھے جب سادہ سے پنک شلوار قمیض میں وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئی۔ سنجیدہ چہرے اور جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ وہ خاموشی سے بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگی وہ بھی اس پر ایک نظر ڈال کر خاموشی سے ناشتے میں مگن ہو گیا۔ ناشتے کے دوران ہی انکل کے پوچھنے پر اس نے اپنا آج کا ٹائم ٹیبل بتایا تو فوراً جیسے انہیں کچھ خیال آ گیا۔

''تم نے یونیورسٹی دیکھی ہے؟''

''جی وہ۔۔۔''

یہ تو سچ تھا کہ کئی بار کراچی آنے کے باوجود وہ کبھی یونیورسٹی نہیں گیا تھا اور کبھی ضرورت بھی نہیں پڑی تھی۔ انکل اس کی شکل دیکھ کر سمجھ گئے تھے جب ہی انہوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ رجا کے ساتھ ہی یونیورسٹی چلا جائے وہ اسے یونیورسٹی ہاسٹل تک پہنچا دے گی تاکہ وہ آفاق کی کتابیں اسے دے دے رجا نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے ناشتہ ختم کر کے اپنی فائل اور بیگ لینے چلی گئی۔ آریز بھی تیار ہو کر اپنا سامان باہر لے آیا انکل نے اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی اس کی گاڑی اپنے ملازم سے نہ صرف صاف کروائی بلکہ اس کا سامان بھی گاڑی میں رکھوایا انکل کے ہی کہنے پر رجا خاموشی سے اس کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ جا بیٹھی اور پھر وہ انکل آنٹی اور چچی کو خدا حافظ کرتا ہوا اس محبت بھرے ماحول سے رخصت ہوا۔

رجا کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر اسی کے گھر سے لے جاتے ہوئے یہ کیسی عجیب سی خواہش اس کے دل میں اٹھی تھی کہ اچانک ہی اس کے لبوں کو ایک بھرپور مسکراہٹ نے چھوا تھا۔ رجا نے ایک نظر اسے دیکھا تو ٹھٹک گئی۔ اس کے سنہرے روپ میں آج ایک الوہی چمک تھی۔ تازہ کی گئی شیو سے اس کے چہرے کا ہر نقش ابھر کر اپنی اہمیت جتا رہا تھا۔ مضبوط گورے بازو اسٹیئرنگ پر پورے اعتماد سے جمے تھے۔ اپنے پہلو میں اس یونانی دیوتا کی موجودگی رجا کو کچھ اور سوچنے ہی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اس کے ساتھ اسی کی گاڑی میں تنہا سفر کر رہی تھی۔ رجا کے دل کی دھڑکن تیز تر ہو گئی۔ اس نے کھڑکی کی طرف رخ موڑ کر خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔ گاڑی اب یونیورسٹی روڈ کی طرف رواں دواں تھی۔

تیری نگاہیں پا گئیں راہیں
پر تو یہ سوچے جاؤں نہ جاؤں
یہ زندگی جو ہے ناچتی تو
کیوں بیڑیوں میں ہیں تیرے پاؤں
پریت کی دھن پہ ناچ لے پاگل
اڑتا اگر ہے اڑنے دے آنچل
کاہے کوئی اپنے کو ایسے ترسائے
متوا۔ کہیں دھڑکنیں تجھ سے کیا؟!

بہت اچانک ریڈیو کا کوئی چینل سگنل پکڑ گیا تھا۔ آریز نے رجا کو اور رجا نے اسے بہت چونک کر دیکھا تھا اور دونوں کچھ دیر یوں ہی دیکھتے رہے تھے۔ رجا اسکی گہری نگاہوں سے بے بس ہو رہی تھی۔ دل ضدی بچہ بنا اسکی عقل کے آگے پیر پٹخ رہا تھا اور آریز پر اسکی محویت کئی خوش کن انکشافات کر رہی تھی۔ وہ لب بھینچ کر نگاہ پھیر گیا۔ یونیورسٹی کے گیٹ سے گاڑی داخل کرتے ہوئے اس نے دوبارہ رجا کو دیکھا تھا جسکا چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔ آریز کے لبوں کو بھرپور مسکراہٹ نے چھوا۔

''کس طرف جانا ہے؟''

اس نے سامنے دیکھتے ہوئے سوال کیا تو رجا خود پر قابو پاتے ہوئے اسے راستہ بتانے لگی۔

ہوسٹل کے گیٹ پر گاڑی رکتے ہی رجا کا فون بجنے لگا۔ آریز اک نظر اسے دیکھ کر گاڑی سے آفاق کا سامان نکالنے لگا۔

''جی دانیال؟ ہاں میں یونیورسٹی آئی ہوں۔ آپ کو کیسے پتا؟''

رجا کے چہرے پر خوش دل تاثرات تھے۔ آریز چونکا مگر وہ مگن تھی۔ پھر کھلکھلائی اور گاڑی سے اتر گئی۔

''جھوٹ مت بولیں۔۔۔ سچ بتائیں آپ کہاں ہیں؟''

آریز اس بیچ اس کے فارغ ہونے کے انتظار میں آفاق کا سامان تھامے رجا کی سائیڈ پر آ کھڑا ہوا تھا۔

''اچھا واقعی۔۔۔ جی میں یہاں سے یونیورسٹی ہی جاؤں گی۔۔۔ اوکے اوکے''

اس نے فون بند کر کے جوں ہی آگے بڑھنا چاہا جھٹکا کھا کر دوبارہ کار کے دروازے سے ٹکرا گئی۔ آریز فوراً آگے بڑھا تو دیکھا اسکا آدھے سے زیادہ دوپٹہ دروازے کے اندر پھنسا ہوا تھا اور رجا اسے اترنے کے خوف سے کھینچے جا رہی تھی کیونکہ ارد گرد کافی لوگ موجود تھے۔

''صبر کرو کیا کر رہی ہو پھٹ جائے گا اس طرح۔''

آریز نے ہاتھ پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کیا۔ خود اسکے آگے کھڑے ہو کر اسکے وجود کو اپنی اوٹ میں ڈھانپ لیا اور اسکی پشت پر ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا اور دوپٹہ باہر نکال لیا۔ رجا کی بولتی بند ہو گئی تھی۔ وہ اتنا قریب کھڑا تھا کہ دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا اور اسکے ملبوس کی مہک جیسے اسے کمزور کر رہی تھی۔ بلاشبہ وہ پہلا مرد تھا جو اسکے اتنے قریب کھڑا ہو سکا تھا۔ آریز نے دروازہ بند کیا تو نظریں اسکے چہرے پر پڑیں اور بہت اچانک اسے صورت حال کا احساس ہوا تھا۔ لمحے میں اس سے دور ہٹتے ہوئے وہ نظر چرا گیا۔ رجا اسکے گریز سے شرمندہ سی ہو گئی۔

''آئی ایم سوری۔۔''

آریز کی مدھم سرگوشی پر وہ سر نیچا کیے اپنے احساسات سنبھالتی رہ گئی۔ آریز آفاق کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

جبھی رجا کا فون پھر بج اٹھا۔ اس نے سکرین دیکھتے ہوئے سامنے دیکھا تو بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ ہلا دیا۔ آریز اسکے بدلتے تاثرات پر غور کرتا ہوا سامنے دیکھنے لگا۔ دانیال جمشید رجا کو ہاتھ ہلاتے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے۔

''ہاں آریز بول آ گیا تو؟''

آفاق کی فون سے ابھرتی آواز پر وہ نیم توجہ سے ہوں ہاں کرنے لگا۔ درحقیقت اس کا سارا دھیان تو آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔

''ایک کام کر آفس میں دیدے میری بھی۔۔میں لے لوں گا۔''

آفاق نے پھر کہا تھا اور آریز نے بنا جواب دیئے فون بند کر دیا تھا۔

''السلام علیکم۔۔آپ یہاں بوائز ہوسٹل میں کیا کر رہی ہیں صبح صبح؟''

دانیال قریب آچکے تھے۔کیا خوب رو شخص تھا اور اس پر اس کی رجا کی سمت اٹھی ہوئی آنکھوں کی وہ چمک۔۔آریز کا دل بہت زور سے دھڑک کر خاموش ہوا تھا۔

''آپ۔۔؟''

دانیال نے اسے دیکھ لیا تھا۔

''یہ میرے۔۔۔''

رجا کی سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا جواب دے۔

''آئی ایم ڈاکٹر آریز مصطفیٰ!''

آریز نے مصافحہ کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ دانیال مسکرائے۔

''ماشاءاللہ۔۔رجا آپ کے کزن ہیں یہ؟''

رجا نے چور نظر اس پر ڈالی۔نیلے ہائی نیک پر وائٹ اوور آل اور بلیک جینز پہنے وہ واقعی کوئی ڈاکٹر لگ رہا تھا۔دل جیسے آج اسکے قدموں میں بچھا جا رہا تھا۔وہ نظر پھیر کر مسکرائی۔

''جی۔۔''

اس کے یک لفظی جواب پر آریز نے اسے گھورا۔

''میں نے اپنا تعارف نہیں کروایا اور رجا کا کوئی ارادہ بھی نہیں لگ رہا میرا تعارف کروانے کا۔۔میں دانیال جمشید ہوں۔۔رجا کا سینئر۔''

انہوں نے اپنے طور پر جو تعارف کروایا وہ آریز کو الجھانے کیلئے کافی تھا۔وہ رجا کے تاثرات جانچنے لگا جو بے وجہ مسکرائے جا رہی تھی۔

''اور ایسے ویسے سینئر نہیں۔۔ پورے ادارے کی شان ہیں یہ۔۔ ٹاپ رینک ہولڈر۔۔''

رجا نے رشک اور ستائش سے پر آنکھیں ان پر جما کر آریز کی معلومات میں اضافہ کیا۔ آریز اسکے انداز دیکھ کر رہ گیا۔

''سو آریز کہاں ہوتے ہیں آپ؟''

آریز انکے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیتا رہا۔وہ جس کام کیلئے آئے تھے وہ اب تک نہ ہوسکا تھا۔

''آپ یہاں کیسے؟''

رجا دانیال سے پوچھنے لگی۔

''آپ کا پیچھا کرتے ہوئے پہنچ گیا۔۔''

دانیال نے مذاقاً کہا۔ رجا ہنس دی۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ آریز کو انکی یہ خوش مزاجی کس طرح دکھ دے رہی تھی۔

''ارے نہیں ایکچولی میرا فرینڈ نہیں ہے یاسر؟ میں نے بتایا تھا آپ کو؟''

دانیال کہنے لگے۔

''جی جی مجھے یاد ہے جس کے بھائی کے ایڈمشن کیلئے آپ اس دن گئے تھے۔''

رجا نے فوراً سر ہلایا۔آریز خود کو احمق سمجھنے لگا۔

''جی وہی۔۔اس کے بھائی کا یہاں ہوسٹل میں بھی ایڈمشن کروانا تھا۔ یہاں میرے ایک واقف کار ہیں اسی سلسلے میں آیا تھا۔''

دانیال نے بات مکمل کی۔

(گویا دونوں کی اچھی ذہنی ہم آہنگی اور دوستی تھی جبھی ایک دوسرے کے معاملات سے بھی آگاہ تھے۔)

آریز ان دونوں کا مگن انداز دیکھتا رہا جو اسے بالکل فراموش کیے اپنی باتوں میں گم

تھے۔

"اوہ گاڈ رجا نو بجنے والے ہیں۔ کلاس شروع ہوجائے گی۔ چلیں۔"

دانیال نے اچانک گھڑی دیکھتے ہوئے سر پر ہاتھ مارا۔

"واقعی بہت دیر ہوگئی۔۔ آریز تم نے آفاق کی بکس دے دیں؟"

آریز کو اس کی بے خبری سلگا گئی۔ جب سے کھڑی دانیال سے باتیں کر رہی تھی۔ بکس کون دیتا جاکر۔

"اب تو میں بھی لیٹ ہو رہی ہوں۔"

اسے فکر پڑ گئی تھی۔

"میں دیدوں گا۔۔ بات ہوگئی ہے۔"

آریز نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ انداز اکھڑا سا تھا۔ رجا نے محسوس تو کیا مگر دانیال کی جلدی جلدی کی رٹ نے اسے سنبھلنے نہ دیا۔

"تم مینیج کرلو گے پکا؟"

رجا اسکا چہرہ کھوج رہی تھی۔

"ہاں تم جاؤ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔"

"رجا۔۔۔"

دانیال گاڑی سٹارٹ کر چکے تھے۔ آریز نے سانس بھر کر رخ پھیر لیا۔ رجا نے ایک قدم اسکے پیچھے بڑھایا مگر پھر کچھ سوچ کر واپس کھینچ لیا۔ لمحہ بہ لمحہ دور جاتی گاڑی کو دیکھتے ہوئے اسکی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ دل تو پہلے ہی سلگ رہا تھا۔

"میری کامیابیاں تمہارے لئے باعثِ فخر کیوں ہوں گی جب کہ تمہارے اردگرد کامیاب لوگوں کی ہرگز کمی نہیں۔۔ کیا سوچ رہا تھا میں آخر؟"

اس کی سوچیں زہرخند ہو رہی تھیں۔ اسکا دل ایک بار پھر مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب .... ☆
خمار گندم .... ☆
دنیا گول ہے .... ☆
آوارہ گرد کی ڈائری .... ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں .... ☆
چلتے ہو تو چین کو چلئے .... ☆
نگری نگری پھرا مسافر .... ☆
خط انشا جی کے .... ☆
بستی کے اک کوچے میں .... ☆
چاند نگر .... ☆
دل وحشی .... ☆
آپ سے کیا پردہ .... ☆

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو .... ☆
انتخاب کلام میر .... ☆

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر .... ☆
طیف غزل .... ☆
طیف اقبال .... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبرز 7321690-7310797

رہا تھا۔ ہوٹل کے آفس میں آفاق کی کتابیں پہنچا کر وہ ہوٹل کیلئے نکل گیا تھا مگر اپنا آپ اسی دہلیز پر کھڑا چھوڑ آیا تھا جہاں وہ اپنے جیسے مکمل انسان کے ساتھ خوش باش سی کھڑی ہنس رہی تھی۔

✦✦✦

''رجا آر یو او کے؟''

دانیال نے دوسری بار پوچھا تھا۔ رجا کے اندر جو پکڑ دھکڑ جاری تھی وہ خود اسکی سمجھ سے باہر تھی۔ جیسے کوئی بہت اہم حصہ چھوٹ گیا تھا۔ اسکے تصور میں آریز کا ناراض سا انداز اجاگر تھا۔ وہ خود کو کئی بار ملامت کر چکی تھی کہ کیوں آخر وہ دانیال سے باتوں میں اتنی مگن ہوگئی تھی کہ آریز کو اگنور کر دیا تھا۔ کیا سوچا ہوگا اس نے۔۔۔ ہاں اسے فکر تھی کہ وہ کیا سوچ رہا ہوگا۔۔۔

''وہ میرے ساتھ وہاں آیا تھا۔۔۔ مجھے اسے وہاں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔۔۔ یہ میری غلطی ہے۔۔۔''

اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر اپنے تاسف کو کم کرنا چاہا۔

''رجا۔۔؟''

دانیال اسکی طرف کا شیشہ بجا رہے تھے۔ وہ چونکی۔ وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ میں کھڑے تھے اور رجا کو باہر آنے کا کہہ رہے تھے۔

''آئی ایم سوری وہ بس میں کسی سوچ میں تھی۔۔۔''

رجا خود پر قابو پاتی گاڑی سے اتر گئی۔

''وہی پوچھ رہا ہوں کہاں گم ہیں آپ؟ سب ٹھیک ہے؟ ہم دوست ہیں آپ مجھ سے شیئر کر سکتی ہیں۔''

دانیال اسکے ہم قدم تھے۔ رجا نے ایک نظر انکے نرم چہرے کی طرف دیکھا پھر کچھ کہنے کیلئے لب پھڑپھڑائے مگر پھر واپس بھینچ لیئے۔

(کیا بتاؤں انکو کہ میں جس شخص کیلئے پریشان ہوں اس سے میرا دل کا رشتہ ہے؟ نہیں میں اپنی لائف کا یہ پہلو ایسے ہی کسی سے ڈسکس نہیں کر سکتی۔۔۔ یہ مناسب نہیں)

''تھنک دانیال بس وہ ایک اسائنمنٹ مکمل نہیں کر سکی اسی کی ٹینشن تھی۔''

وہ سہولت سے انہیں ٹال کر اپنی کلاس میں مڑ گئی تھی۔

✦✦✦

شام میں نہایت بے دلی سے اس نے سیمینار میں شرکت کی۔ وہ ساری اہم شخصیات جن سے ملنے کے اس نے منصوبے بنا رکھے تھے آج اسکے سامنے تھیں مگر وہ چاہ کر بھی دھیان اس طرف لگا نہیں پا رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے سیمینار ختم ہوا تو اس نے اپنے کمرے کی راہ لی۔ یہ بھی شکر تھا کہ ورکشاپ ایک دن کے وقفے کے بعد شروع ہونا تھا اور اسے یہی کچھ وقت اپنے ساتھ گزارنا تھا۔ ساری رات اس نے آنکھوں میں کاٹی تھی۔ صبح کا وہ منظر اسکی آنکھوں سے جاتا ہی نہیں تھا۔ رجا اور دانیال۔۔!

اس نے خود ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ ہاں تو اسمیں غلط کیا ہے؟ اسے کب مجھ سے محبت تھی۔ وہ اپنے لئے بہترین کا انتخاب کر سکتی ہے بلکہ اسے کرنا ہی چاہیے۔ اور آخر دانیال سے بڑھ کر کون رجا اور اسکی فیملی کو سوٹ کرتا ہے!؟ وہ اسوقت ایسی کیفیت کا شکار تھا جب انسان سارے سوال بھی اپنے آپ سے کرتا ہے اور انکے جواب بھی خود ہی دیتا ہے۔ اسی ذہنی الجھن میں اسکی نجانے کب آنکھ لگی تھی۔

اگلے دن ساحل سمندر پر بیٹھے ہوئے اس نے ساری صورت حال پر ٹھنڈے دماغ سے

غور کیا۔

"مجھے اس کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے۔۔ اور اسے کبھی شک نہ ہو کہ مجھے کوئی فرق پڑتا ہے۔۔ محبت کھو چکے ہو آریز مصطفیٰ۔۔ عزت نفس نہ کھونا؟"

اس نے اپنے آپ کو نصیحت کی تھی۔

"میں ہر اس جگہ سے دور چلا جاؤں گا جہاں اسکے ہونے کا امکان بھی ہو۔۔ اسکا سامنا کرنا مجھے کمزور کرتا ہے۔۔"

خود کو بہت سمجھا بجھا کر اس نے ایک فیصلہ کرلیا تھا۔ اگلے دن ورک شاپ میں اس نے بھرپور شرکت کی اور سوالات کے ذریعے تینوں دن سرگرم رہا یہاں تک کہ جرمنی سے آئے ڈاکٹر فرینک ایڈورڈ کے سوالات کے بھی اس نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ ایک نوعمر میڈیکل سٹوڈنٹ کی نیورو بیالوجی میں اتنی بھرپور معلومات نے انہیں چونکا دیا تھا۔ وہ آریز سے خاصے متاثر ہوئے تھے اور ورک شاپ کے اختتام تک ان میں نمبرز اور کارڈز کا تبادلہ ہو چکا تھا۔ دوران طعام بھی وہ آریز کے ساتھ محو گفتگو رہے اور یہ کم از کم اسکے لئے بڑے اعزاز کی بات تھی۔ ایک دن بعد وہ حیدر آباد واپس آ گیا تھا۔ دعا چچی اپنے پاپا کے گھر ہی تھیں۔ دونوں بھی لمبے قیام کے ارادے سے گئی تھیں۔

✧✧✧

وہ اچانک کسی سے بات کرتے کرتے خاموش ہو گئی تھیں۔ رجا پاس ہی بیٹھی اپنا اسائنمنٹ بنا رہی تھی۔ انکے یوں چپ ہو جانے پر اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ دعا کے چہرے پر فکر کی لکیریں تھیں اور پھر انہوں نے جلد فون بند کر دیا۔

"دعا کیا ہوا سب خیریت ہے؟"

رجا کام چھوڑ کر انکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"آریز ہوسٹل چلا گیا۔۔"

انکی دھیمی آواز ڈوبی ہوئی تھی۔

"تو اس میں پریشانی والی کونسی بات ہے؟"

رجا نے نا سمجھی سے کندھے اچکائے۔

"تم نہیں سمجھو گی رجا۔۔ اس جیسے لڑکے کا اپنے گھر سے ایک دن بھی دور رہنا مشکل ہے اور کہاں وہ اتنے لمبے عرصے کیلئے اتنا دور چلا گیا۔ ضرور کوئی بڑی وجہ ہے اسکے پیچھے۔"

وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی وہاں سے اٹھ گئیں مگر رجا ایک ہی جملے میں اٹک گئی تھی۔

"تم نہیں سمجھو گی رجا۔۔"

"کیا واقعی میں کچھ نہیں سمجھی یا سمجھ کر بھی انجان بن رہی ہوں؟"

اسے آریز مصطفیٰ کے ساتھ بتائے سارے پل یاد آنے لگے۔۔ اور ہر ملاقات میں اسکا اپنا رویہ۔۔۔ کہیں کچھ بہت غلط ہو گیا تھا۔

✧✧✧

(باقی اگلے ماہ)

تصحیح

نومبر کے شمارے میں افسانہ "اسیر ذات" کنیز باہو کے نام سے شائع ہوا تھا۔ جبکہ یہ افسانہ رمشا احمد کا تھا۔ کمپوزنگ کی اس غلطی پر ہم معذرت خواہ ہیں۔

digest Novels Lovers group

بارش کی آواز

digest Novels Lovers group ❤❤

سمیرا سرفراز

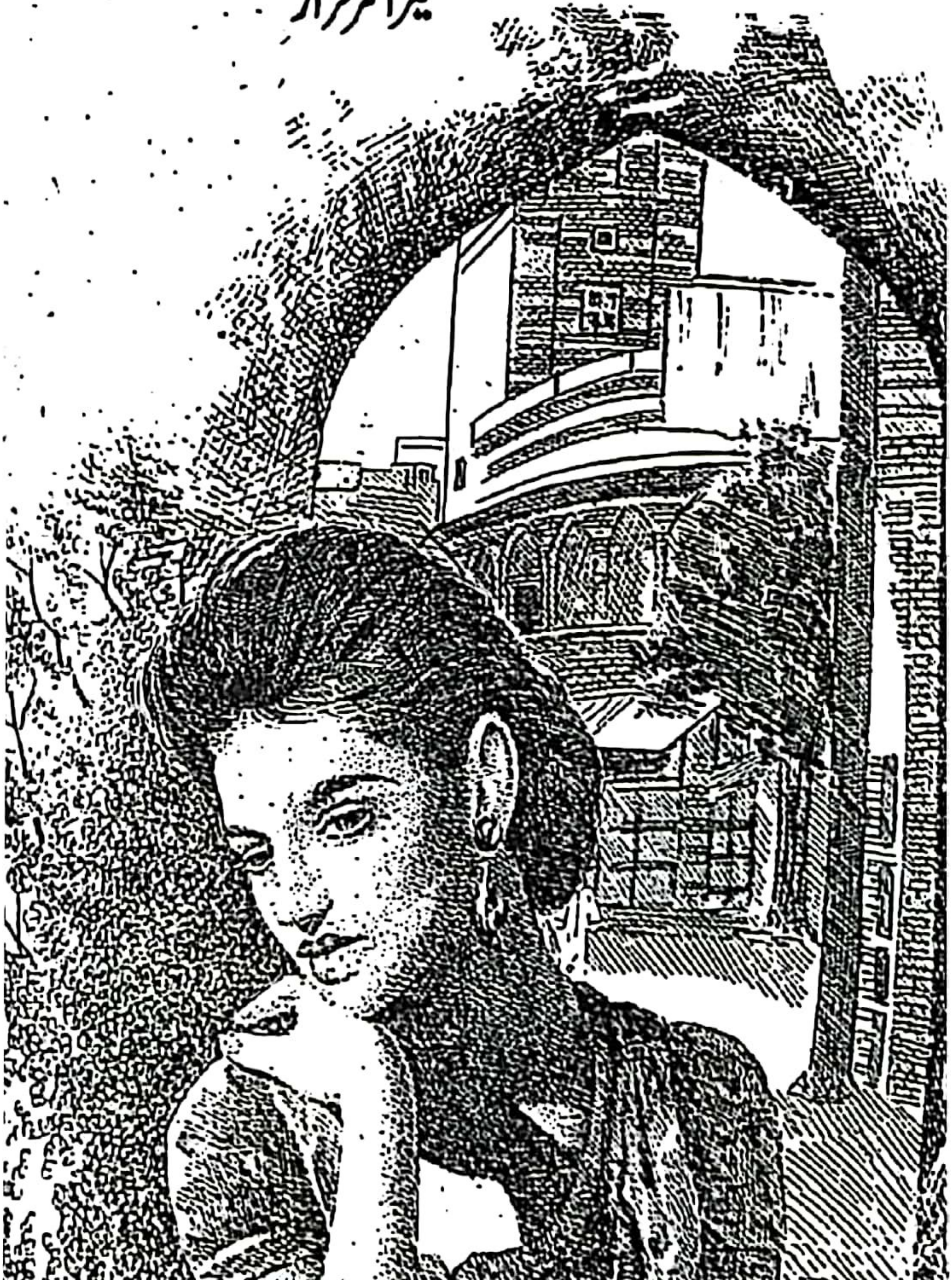

ابا جی امی ابو اور نعیم چاچو سے تو کہہ آیا تھا کہ پڑھائی میں خلل پڑتا ہے۔۔ کالج دور ہے۔۔ راستہ تھکا دیتا ہے اسلیئے ہوسٹل ہی بہتر ہے مگر سچ تو یہی تھا کہ اس نے یہ خود اذیتی خود ہی اپنے لئے منتخب کی تھی۔ وہ اسے کبھی بھی نظر نہ آئے۔۔ ایک بار بھی نہیں۔۔ وہ کبھی نہیں سننا چاہتا تھا کہ رجا نے اپنے لئے دانیال کا انتخاب کرلیا۔۔ کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی ذلت ہوسکتی تھی؟ وہ نظریں جو کچھ وقت سے کھوجتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں آج مذاق اڑاتی لگ رہی تھیں۔ موازنہ کرتی ہوگی میرا اور اسکا۔۔ کہ کیا سوچ کر تم نے مجھے پروپوز کیا آریز مصطفیٰ؟ ۔۔ اپنی قنوطیت میں وہ کچھ بھی دیکھ اور سمجھ نہیں پا رہا تھا ورنہ رجا کے احساسات کو اتنا غلط رنگ نہ دیتا۔ جتنی جلد بازی میں اس نے ہوسٹل آنے کا فیصلہ کیا تھا اب اس پر عمل درآمد اتنا ہی مشکل لگ رہا تھا۔

✦✦✦

"دانی کیا بات ہے آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟"

مینا ان کے لیے گرین ٹی لے کر آئی تھی ساتھ ایک پین کلر۔ دانیال نے اسکی فکر پر حیرت پھر تشکر سے اسے دیکھا۔ مینا انکی آنکھوں کا تاثر سمجھتی ہوئی وہیں بیٹھ گئی۔

"دراصل پریشان میں نہیں ہوں۔۔ رجا آج کچھ پریشان تھی مگر میرے لاکھ پوچھنے پر بھی اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا بلکہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر اس نے مجھے ٹالا۔"

دانیال کو اسکا آج اور پچھلے کئی دن کا رویہ یاد تھا کہ کیسے وہ دن بدن خاموش اور گم صم ہوتی جا رہی تھی۔ اکثر وہ اسے تنہا سوچ میں گم بیٹھا دیکھتے تھے اور انکے پوچھنے پر وہ سرعت سے اپنے تاثرات بدل لیتی تھی۔

digest Novels Lovers group

مکمل ناول

''تو ہو سکتا ہے کوئی ایسا پرسنل ایشو ہو جو وہ شیئر نہ کرنا چاہتی ہو؟''
مینا نے خیال ظاہر کیا۔
''اسی بات کا مجھے دکھ ہے مینا کہ میں اب تک اس کی لائف میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکا جہاں وہ مجھ سے اپنے پرسنلز ڈسکس کرے۔''
دانیال کے چہرے پر ایک سایا آ کر گزر گیا تھا۔ مینا کو انکے دکھ نے دکھی کر دیا۔
''دانی۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔۔ آپ اتنے اچھے دوست ہیں۔ وہ ہر بات آپ سے شیئر کرتی ہے۔ یہ بھی ضرور کرے گی۔۔ تھوڑا وقت دیں اسے۔۔''
مینا نے ان کے کندھے پر دباؤ ڈال کر تسلی دی تو دانیال مسکرا کر رہ گئے۔
''ماما کا فون آیا تھا۔۔''
مینا کی اگلی بات پر وہ پوری جان سے متوجہ ہوئے۔
''شی مس یو۔۔''
مینا کی سرگوشی پر دانیال بے چین ہو گئے۔
''ناراض ہیں مجھ سے؟''
دانیال کے سوال پر مینا نے نظریں ان پر جما دیں۔
''ظاہر ہے۔۔ آپ نے کبھی اسطرح انہیں تنگ نہیں کیا۔ اپنے واپس نہ آنے کی وجہ بھی آپ ان کو نہیں بتا رہے نہ ہی مجھے بتانے دیتے ہیں۔''
مینا کے لہجے اور چہرے پر سنجیدگی تھی۔
دانیال نے بے بس سا ہو کر اسے دیکھا۔
''مینا تم تو سمجھو۔۔''
''میں ہی تو سمجھ رہی ہوں۔۔۔ مگر آپ غلطی کر رہے ہیں دانی۔۔ نہ آپ رجا سے بات کرتے ہیں نہ ہی ماما یا بڑے پاپا کو بتاتے ہیں۔۔ ایسے تو یہ معاملہ حل نہیں ہو گا۔''
مینا کی بات پر دانیال نے گھبرا کر چہرے پر ہاتھ پھیرا۔
''بس تھوڑا وقت اور۔۔۔ پھر میں ماما سے بات کروں گا۔۔''
ان کے چہرے پر پر سوچ مسکراہٹ ابھری اور مینا کا دل ڈوب گیا۔
+++
چار سال پر لگا کر اڑ گئے تھے۔۔۔ ان چار سالوں میں اس نے صرف پایا تھا اور ہر بار کچھ پانے پر کسی کا دامن خالی ہوتا محسوس کیا تھا۔ ان چار سالوں میں وہ اس سے صرف ایک بار ملی تھی۔۔ پری کے پہلے برتھ ڈے پر، جب وہ اسکے سامنے کیک رکھ کر پلٹ گیا تھا۔۔۔ بے نیاز اداس آنکھیں اب جھکی رہتی تھیں۔ رجا دہاج کے دید کو خود پر حرام کیے اس نے جیسے سوچ لیا تھا کہ اب تا قیامت اس لڑکی کو مخاطب نہ کرے گا۔۔ اسے اسکی غلطی کی سزا دے گا۔۔ ایسا صرف وہ خود سوچتی تھی ورنہ وہ تو شاید اب اس کے بارے میں سوچتا بھی نہیں تھا۔۔ دعا ہر بار جب گھر آتیں تو وہ گھنٹوں انکی بے مقصد غیر ضروری باتیں سنے جاتی کہ وہ کوئی ایک بات اس کے بارے میں بھی کریں مگر لگتا تھا آریز مصطفیٰ اب اس گھر کا حصہ ہی نہیں۔۔ ان چار سالوں میں رجا نے اسے اتنا چاہا تھا کہ اگر آریز جان لیتا تو اپنی خود ساختہ قسم سے لمحوں میں دستبردار ہو جاتا۔ ان چار سالوں میں اس کے تین رشتے آئے تھے جن میں سے دو پاپا نے مسترد کیے اور ایک خود اس نے۔۔ اسے آریز کی جدائی نے دعا مانگنا سکھا دیا تھا۔ جب جب اسے لگتا وہ کمزور پڑ رہی ہے۔۔ وہ جائے نماز بچھا لیتی اور کثرتِ دل سے دعاؤں میں جت جاتی۔۔ وہ

کسی سے کچھ نہیں کہتی تھی۔۔اسے کسی سے کچھ کہنا تھا بھی نہیں۔۔۔وہ جانتی تھی کہ آریز اسے غلط سمجھتا ہے۔۔وہ جس بدگمانی کے پیچھے سینا اس لے بیٹھا تھا وہ اسے بھی سمجھتی تھی مگر وہ اپنی نسوانیت نہیں کھو سکتی تھی۔وہ اپنا بھرم نہیں کھو سکتی تھی سو دعا ہی اسکا واحد سہارا تھی۔

+++

وہ ایک بہت ہی عام سا دن تھا۔ اسے یونیورسٹی سے کال کیا گیا تھا۔ دانیال جمشید نے ایک دو بار اس سے کہا تو تھا کہ چیئر مین اسے لیکچرر شپ آفر کرنے کا سوچ رہے ہیں مگر اس نے مذاق ہی سمجھا تھا لیکن آج سچ مچ انکی کال آ گئی تھی۔ وہ یونیورسٹی پہنچی تو سیدھی دانیال کے آفس آ گئی۔ وہ اسی کے منتظر بیٹھے تھے۔ دونوں اٹھ کر چیئر مین کے آفس آ گئے۔ حسب توقع چیئر مین نے اس سے یہی بات کہی تھی۔ اس نے سوچنے کیلئے وقت مانگا اور باہر آ گئی۔

"سو کیا ارادہ ہے پھر؟"

دانیال کا موڈ آج بہت اچھا تھا۔

"آپ جانتے ہیں مجھے یہ جاب نہیں کرنی۔۔آپ کی وجہ سے آ گئی تھی بس۔۔"

رجا کا انداز ست تھا۔

"یہ جاب یا کوئی بھی جاب؟"

دانیال نے اسے ٹٹولا۔

"فی الحال کوئی بھی نہیں۔۔"

اسے اب اس جگہ سے بھی وحشت ہونے لگی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر میرا انتظار کیجئے گا۔"

وہ بھرپور انداز سے مسکراتے ہوئے اسے حیران چھوڑ گئے تھے۔

+++

"وہ وقت آ گیا مینا۔۔"

دانیال خوشی سے بے حال اسے کندھوں سے پکڑے گول گول گھما رہے تھے اور مینا کی جان نکلتی جا رہی تھی۔

"مما کو فون کرو اور کہو بس یہاں آ جائیں۔۔دانی نے بلایا ہے۔۔انہیں سب بتا دو مینا۔۔انہیں کہو جائیں اور اسے میرے لئے مانگ لیں۔"

ان کی خوشی اور جوش کی کوئی حد نہیں تھی۔ مینا کی آنکھیں دھندلا گئیں۔

"مینا۔۔؟"

دانیال نے رک کر اس کا چہرہ پڑھنا چاہا۔

"نظر نہ لگے آپ کی خوشی کو دانی۔۔بس میں بہت خوش ہوں آپ کیلئے۔۔"

وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی مسکرائی۔دانیال کے سمٹے لب دھیرے سے وا ہوئے مگر آنکھیں جیسے مینا کے سچے جھوٹ یا جھوٹے سچ میں الجھ گئی تھیں۔۔

"میں ابھی مام کو فون کرتی ہوں۔"

وہ ان کی نظروں کے ارتکاز سے جزبز ہوتی فوراً اس منظر سے غائب ہو گئی۔

+++

"مینا آر یو میڈ؟۔۔تم اتنی بڑی بات ہمیں اب بتا رہی ہو؟"

مام کا ردعمل حسب توقع تھا اور اگلی آواز جمشید خانزادہ کی تھی۔

"مینا ہنی آپ کو وہاں اسلئے بھیجا تھا کہ دانی کو منا کر واپس لائیں اور آپ وہاں انکی محبت کی پشت پناہی کر رہی ہیں؟ ڈیڈا اور گرینی کیا کہتے ہیں؟"

اس نے بڑے پاپا کی آواز پر اپنے آنسوؤں کو بمشکل روکا۔

"میں کیا کرتی بڑے پاپا۔۔دانی بہت

سیریس تھے اور انہوں نے مجھے منع کر دیا تھا بات کرنے سے۔۔ ڈیڈا اور گرینی بھی کچھ نہیں جانتے۔"

اس کی نم آواز پر ان دونوں کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"مینا جان۔۔ آپ کو پتا ہے نا آپ دانی سے انگیجڈ ہو؟ اسکی شادی آج نہیں تو کل آپ سے ہی ہونی ہے۔۔ آپ کو اسے روکنا چاہیے تھا۔ آپ کا حق تھا اس پر۔"

مینا بے حوصلہ ہو کر رو پڑی۔

"کیسے روکتی مام۔۔ انکو تو نہیں پتا کہ آپ کیا چاہتی ہیں؟ انکو تو میں اتنے سالوں میں بھی نظر نہیں آئی۔۔ یہ بات ان سے کہہ کر میں اپنا بھرم بھی کھوتی اور انکی دوستی بھی۔۔"

اس کا یوں ٹوٹ کر رونا جمشید خانزادہ کو طیش دلا رہا تھا۔

"بس بہت ہو گئی اسکی من مانی۔۔ ہماری بچی کے آنسوؤں پر اسکی نام نہاد محبت کا محل تعمیر نہیں ہو گا۔۔ تمہاری مام آرہی ہیں۔۔ ڈیڈا اور گرینی سے کہو پیکنگ شروع کریں۔۔ دانی کو تو میں دیکھتا ہوں۔"

"تو بڑے پاپا آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے جس سے دانی کو تکلیف ہو۔۔ انہوں نے سالوں بہت صبر سے اس پل کا انتظار کیا ہے۔۔ انکو دکھ دے کر میں یا وہ بھی خوش نہیں رہ سکیں گے۔ مام آپ آجائیں ہم انکا رشتہ لے جائیں گے رجا کے گھر۔۔ وہ بہت اچھی ہے مام۔۔ آپ کو دانی کی پسند اچھی لگے گی۔۔"

اس کی بات پر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر جمشید ٹھنڈی سانس بھر کر بولے۔

"اوکے مینا۔۔ ہنی آپ حوصلہ رکھیں۔۔ آپ کی مام جلد آپ کے پاس ہوں گی۔۔ ٹیک کیئر مائی بے بی۔"

ان کا ہوائی بوسا مینا کو نئے سرے سے رلا گیا تھا۔ وہ فون رکھ کر بری طرح رو دی تھی۔

❖❖❖

اس دن پاپا نے اسے گھر پر رکنے کیلئے کہا تھا۔ خود اس کی طبیعت بھی اس دن کچھ اچھی نہ تھی لہٰذا بنا کوئی سوال کئے اس نے پاپا کی بات مان لی۔ شام ڈھلے گھر میں کچھ نئے مہمانوں کی آمد ہوئی۔ جنہیں رجا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مما کے بلاوے پر جب وہ تیار ہو کر نیچے آئی تو یہ عقدہ بھی کھل گیا۔ جس لمحے وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے اندر آئی ٹھیک اسی لمحے دانیال جمشید نے بھی داخلی دروازے کو عبور کیا۔ اپنے طور پر دانیال نے اسے بہت زبردست سرپرائز دیا تھا۔ ڈرائنگ روم کا ماحول بتا رہا تھا کہ حالات کافی سازگار ہیں اور حاضرین ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے ہیں۔ دانیال کی گرینی اور مما جو ارجنٹ بلاوے پر امریکا سے آئی تھیں، کافی مہذب اور اعلیٰ خاندان کی لگتی تھیں، دانیال جیسی ہی نرم خو اور حسین۔۔ رجا کو ان سے مل کر واقعی خوشی ہوتی اگر وہ کسی خاص مقصد سے نہ آئی ہوتیں۔ اسے چپ سی لگ گئی تھی مگر اسکی شرم پر محمول کر کے کسی نے بھی توجہ نہ دی۔ رات گئے جب وہ لوگ کھانا کھا کر لوٹے تو پاپا نے ان سے رسماً کچھ وقت مانگا تھا۔

❖❖❖

آج وہ پھر یونیورسٹی آئی تھی، اپنی ڈگری کے حوالے سے کچھ ضروری کاغذی کارروائی کرنے کیلئے۔ کام ہو گیا تھا مگر اسکا گھر جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ جب سے دانیال کی فیملی نے رشتہ

دیا تھا، وہ مزید گم صم ہوگئی تھی۔ ایسا لگتا تھا زندگی نے اسے دیوار سے لگا کر اس پر روشنی کی ہر کرن روک دی ہے۔۔ فرار کا ہر راستہ مسدود ہو گیا ہے اور اس بے بسی سے اس کا دم الجھنے لگا ہے۔

وہ اس دن سے مسلسل دانیال کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ کتنے خوش تھے اور پاپا بھی ان سے مل کر بہت مطمئن ہوئے تھے۔ وہ تھے ہی ایسے کہ ایک ملاقات میں ہی انسان کو اپنا اسیر کر لیتے تھے۔ خود وہ انہیں کس اونچے سنگھاسن پر بٹھاتی تھی یہ بس وہی جانتی تھی مگر ان سے شادی۔۔۔ یہ سوچ ہی اسکا دل دہلائے دے رہی تھی، ابھی حالانکہ کچھ بھی طے نہیں ہوا تھا مگر اسے پتہ تھا کہ انکار کی وجہ بھی کوئی نہیں تھی۔ خود وہ کس بنیاد پر انکار کرتی؟ اس ڈھکی چھپی محبت کیلئے جسکا کوئی سراغ کہیں نہیں ملتا تھا۔۔ وہ شخص خود اس محبت کو ایک غلطی قرار دے کر اسے چھوڑ گیا تھا مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی؟ اگر وہ برباد ہو چکا تھا تو وہ اسے آباد نہیں کر سکتی تھی، اسکے دل پہ لگے قفل کی چابی بس اسی ایک شخص کے پاس تھی، آریز مصطفیٰ۔۔۔!

اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور انہی سوچوں میں گھری ڈیپارٹمنٹ کے چھوٹے سے لان کی طرف آگئی تھی۔ پہلی نظر میں جس چیز کا احاطہ کیا وہ دانیال تھے، روز اول کی طرح ڈشنگ اور پرکشش۔۔۔ ہر گزرتا سال انکی سوبرنیس اور میچورٹی میں اضافہ ہی کرتا جا رہا تھا مگر ظاہری طور پر وہ اب بھی ایسے ہی تھے جیسے کبھی اپنی سٹوڈنٹ لائف میں لگا کرتے تھے۔ اسے آتا دیکھ کر دانیال نے اپنے برابر اسکے لئے جگہ بنائی تھی مگر وہ نجانے کس دھن میں تھی کہ انکے سامنے والی بینچ پر ہی بیٹھ گئی تھی۔ جھکی ہوئی نظریں، تھکا تھکا سا انداز۔۔۔ وہ انہیں ایک پل کیلئے بہت نڈھال محسوس ہوئی۔ اچانک ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا اور رجا وہاج کی زلفوں سے اٹھکھیلیاں کرنے لگا۔ اس نے رخ پھیر کر اپنے چہرے پر بکھرے بالوں کو سمیٹا اور چھوٹے سے کیچر میں مقید کر لیا۔ آنچل بھی ایک پل میں ڈھلک کر شانوں سے کلائی تک کا سفر طے کر گیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے پلو اٹھا کر شانوں پر ڈالا تو سامنے بیٹھا شخص جیسے نیند سے جاگا تھا۔ رجا انکی نظروں کی تپش واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی۔ وہ ایک پل کیلئے پزل سی ہو کر نظریں جھکا گئی۔ اتنے سالوں میں یہ پہلا موقع آیا تھا ان دونوں کے بیچ جب اپنے یہاں کسی تیسرے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ دانیال نے سرشار سا ہو کر اسکی گھبراہٹ کو انجوائے کیا۔ سالوں انہوں نے اس پل کا انتظار کیا تھا۔ اس کے صبیح چہرے پر نظریں جمائے ہوئے انہوں نے اس سے پوچھا تھا۔

"رجا آپ خوش ہیں؟"

وہ نوٹ کر چکے تھے کہ اس دن وہ خاموش سی ہو گئی تھی نہ ہی اس نے کسی ردعمل کا اظہار کیا تھا۔

"آپ نے مجھے بتایا نہیں تھا۔"

رجا کو کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔ دانیال دھیما سا مسکرائے۔

"مجھے لگا تھا یہ سب سے صحیح طریقہ ہے۔"

رجا خاموش رہی۔

"آپ کو برا لگا؟"

انہوں نے پھر اس کی جھکی آنکھوں میں جھانکنا چاہا۔

"نہیں۔"

"کچھ اور ہے جو آپ مجھ سے کہنا چاہتی ہیں؟"

اس کے چہرے پر پھیلتا اضطراب دانیال کو بے چین کر رہا تھا۔ رجا نے ایک پل کیلئے نظریں اٹھائیں اور دانیال کی لو دیتی آنکھوں میں دیکھا۔

(میں ان آنکھوں کا سامنا نہیں کر سکتی)

اس نے چہرہ جھکا کر اپنے اچانک امڈ آنے والے آنسوؤں کو چھپانا چاہا۔

"دانیال میرے انکار سے آپ کو کتنا دکھ ہوگا؟"

دانیال چونک سے گئے۔ وہ اتنا سمجھتی تھی کہ اس کے انکار سے انہیں دکھ ہوگا پھر بھی یہ سوال کر رہی تھی۔ دانیال نے دیکھا۔۔ رجا کے عقب سے سرخ آندھی تیزی سے انکی طرف چلی آ رہی تھی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ اب انکا سب کچھ تباہ ہونے والا ہے۔ ان سے اسکے دکھ کی پیمائش پوچھ کر وہ اب ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ دانیال بچے تو نہیں تھے کہ کچھ نہ سمجھتے۔ وہ اپنے اندر کی توڑ پھوڑ پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ لمحے دونوں کے درمیان خاموشی سے سرک گئے۔ رجا اب تک رو رہی تھی۔ وہ خود کو کچھ کہنے کیلئے تیار کرنے لگے۔ انہیں ایک بار پھر اس چھوٹی سی لڑکی کو مشکل سے نکالنا تھا۔

"آ گیا وقت قضا۔۔ لا الہ الا اللہ"

"آپ کی خوشی سے بڑھ کر نہیں ہوگا میرا دکھ۔۔ لیکن کیا مجھے یہ جاننے کا حق ہے کہ وہ خوش نصیب کون ہے؟"

رجا نے ان کی بھاری ہوتی آواز پر نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ضبط کی کوششوں میں اسکے چہرے کی سرخی انکی آنکھوں میں اتر گئی تھی۔

"آپ ملے تھے اس سے۔۔ وہ جو اس دن بوائز ہوسٹل کے پاس۔۔"

رجا کو ان سے حیا آ رہی تھی۔

"آریز مصطفیٰ۔۔!"

دانیال کو وہ ٹھہرے پانیوں جیسا لڑکا خوب یاد تھا۔ اتنے سالوں میں اس پاک باز لڑکی کے ساتھ ایک ہی بار ایک ہی شخص کو دیکھا تھا انہوں نے۔۔ انکا ذہن کڑیاں جوڑ رہا تھا۔

"آئی ایم سوری دانیال۔۔؟"

اس نے اپنی روئی روئی آنکھوں سے پھر ان کے ہارے ہوئے وجود پر نگاہ ڈالی۔

"نہیں رجا۔۔ سوری کیسا؟ محبت لاشعوری ہوتی ہے۔ قصور کبھی بھی کسی کا بھی نہیں ہوتا۔"

وہ کہتے کہتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ رجا نے بے چین ہو کر انکا چہرہ کھوجنا چاہا۔

"آپ بے فکر رہیے کچھ نہیں ہوگا۔۔ میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔"

یہ ان کے ضبط کی آخری منزل تھی۔ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے کچھ بھی اور کہا تو وہ پریشان ہو جائے گی شرمندہ ہوگی اور یہی تو وہ نہیں چاہتے تھے۔ اسکے ماتھے کی ایک شکن انہیں اپنا سارا کام چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا کرتی تھی۔ وہ کیسے اسے اتنی بڑی مشکل میں ڈال سکتے تھے۔ وہ انہیں تعلیمی میدان میں شکست دینے والی آج زندگی کے میدان میں مات دے گئی تھی۔ انہیں یاد تھا چار سال پہلے جب پاپا نے ان سے کہا تھا کہ "دانیال اب واپس آ جاؤ۔۔ تم کہو گے تو ڈیڈا تمہارے ساتھ آ جائیں گے۔"

اور وہ آ بھی جاتے اگر رجا وہاج سے نہ ملے ہوتے۔۔ یہ معمولی سی لیکچر رشپ صرف اسلئے قبول کی تھی کہ اس ذہین لڑکی کے آگے وہ اپنا دل ہار گئے تھے۔ وہ چاہتے تو پہلی ہی اڑان پر اسکے پر کاٹ سکتے تھے مگر یہ دل ہی تھا جو ساری دنیا کی کامیابیاں اسکی جھولی میں ڈال دینا چاہتا تھا سو خاموش رہے اور صحیح وقت کا انتظار کرتے رہے۔

ہمیشہ یوں ہی سایا فگن رہنا چاہتے تھے مگر یہ کونپلیں کب اسکے اندر پھوٹ پڑیں کہ انہیں خبر بھی نہ ہو سکی۔ وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔۔ بہت سے سوال جو اس نے انکی ذات کے آگے کھڑے کر دیئے تھے وہ ان سب کا جواب چاہتے تھے مگر کچھ نہ کہہ سکے اور خاموشی سے پلٹ آئے۔ رجا کی نظروں نے بہت دور تک انکا پیچھا کیا تھا مگر اب یہاں کیا تھا ان کے لئے جو پلٹ کر دیکھتے۔

+++

"زمین تم تو اس سے بات کر سکتی تھیں۔ یہ کیا کہ اس نے کہا اور تم مان گئیں؟ بینا کا کیا ہوگا؟"

گرینی بالکل بھی خوش نہیں تھیں اس رشتے سے۔ مام نے سانس بھری۔

"میں کیا کرتی مما۔۔ بینا نے ہی ہمارا منہ بند کر دیا کیوں کہ وہ دانی کو دکھ نہیں دینا چاہتی ورنہ بینا کے ہوتے ہم کسی اور کو کیسے سوچ سکتے تھے۔"

"تمہیں دانی کو وقت پر بتا دینا چاہیے تھا۔ وہ اپنا ذہن بنا لیتا۔۔ اب کیا کریں۔۔ لڑکی تو بہت اچھی پسند کی ہے اس نے مگر بینا کے ہوتے کوئی دل کو بھاتا ہی نہیں۔۔ ہمیشہ اسے ہی دانی کے ساتھ سوچا۔"

گرینی دکھی تھیں۔

"جمشید تو ذرا راضی نہیں۔۔ وہ کہتے ہیں میں نے افروز سے وعدہ کیا تھا۔۔ کیسے کسی اور کو قبول کریں۔"

مام سوچ میں ڈوبی کہہ رہی تھیں جب فون کی بیل نے دونوں کو چونکا دیا۔

"ہیلو۔۔ جی جی مسز وہاج۔۔ اچھا۔۔۔ نہیں نہیں برا کیوں مانیں گے۔۔ آپ کی بیٹی ہے آپ کو حق ہے فیصلے کا۔۔ ارے نہیں نو ایشو۔۔ یہ سب تو چلتا ہے شادی بیاہ کے معاملات میں۔۔ اٹس او کے۔۔ بالکل ہمیں بھی اچھا لگا تھا آپ سے مل کے۔۔ او کے گڈ لک۔ اللہ حافظ۔"

مام کی آواز کا لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جوش گرینی کو متوجہ کر گیا تھا۔ مام فون رکھ کر پلٹیں تو گرینی کو منتظر پایا۔

"لیجئے اللہ نے سن لی آپ کی۔"

مام نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"کیا ہوا؟؟"

گرینی نے ان کے ہاتھ پکڑ لئے۔

"انہوں نے رشتے کے سلسلے میں معذرت کر لی۔۔ کوئی فیملی میٹر ہے۔۔ چلیں ہماری تو دل کی مراد پوری ہوئی۔"

مام بہت خوش تھیں۔

"یہ تو خود ہی اللہ نے راستہ صاف کر دیا۔ مگر دانی کو دکھ ہوگا۔"

گرینی مسکراتے ہوئے تھم گئیں۔

"بینا ہے نا مما۔۔ ہمیشہ ہی دونوں ایک دوسرے کو سنبھالتے آئے ہیں۔۔ آگے بھی سنبھال لیں گے۔۔ زندگی بہت لمبی ہوتی ہے۔۔ وقت سب زخم بھر دیتا ہے۔ میں ذرا جمشید کو فون کر دوں۔"

مام پر امید تھیں۔ جبھی دروازہ کھلا اور دانیال اندر داخل ہوئے۔۔ جھکی نظریں ست انداز۔۔ نہ سلام نہ دعا۔۔ سیدھے اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔

"دانی۔۔"

مام بے اختیار پکار بیٹھیں۔ دانیال سوالیہ تاثرات لئے ملے۔

"رجا کی فیملی نے انکار کر دیا۔"

digest Novels Lovers group

وہ بہت محتاط ہو کر کہہ رہی تھیں۔ دانیال پھیکا سا مسکرائے۔

"چلیں اچھا ہے۔۔ انکی بیٹی نے بھی انکار کر دیا ہے۔۔"

ٹھہرے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ماما اور گرینی ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔ دانیال کپڑے بدل کر بیڈ کے کنارے بیٹھے تھے۔ چہرہ منہ دھونے کے سبب گیلا ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں اب تک جلن تھی۔ سر جھکا کر کنارے بیٹھے وہ اپنے سفید پیروں کو گھور رہے تھے جب مینا اندر داخل ہوئی۔ گرینی نے اسے سب بتا دیا تھا۔ انکی حالت دیکھ کر دل کٹ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے آ کر انکے بالکل برابر میں بیٹھ گئی۔

"پاکستان میں بہت ڈسٹ ہے نا دانی؟"

وہ انجان بن کر بولی۔ دانیال نے سر ہلایا۔

"اور لوڈشیڈنگ بھی کتنی ہوتی ہے نا؟"

دانیال نے سانس بھر کر پھر سر ہلایا۔ وہ سب سمجھ رہے تھے۔

"واپس چلیں دانی؟"

مینا کی آواز بھرا گئی تھی۔ دانیال نے آنسوؤں بھری آنکھیں اسکی سمت اٹھائیں۔ مینا کی آنکھ سے آنسو ٹپکا اور پھسلتا ہوا تھوڑی سے نیچے گم ہو گیا۔ کتنا سکون دیتا ہے کسی ایسے شخص کا ہونا جو آپ کا دکھ آپ کی شدت کے ساتھ محسوس کر سکے۔ دانیال نے جیسے ہار کر اسکے کندھے پر سر ٹکا دیا۔ مینا کی سانس اٹک گئی۔ دانیال کے آنسو اس کا کندھا بھگونے لگے۔ وہ بچپن سے اسے سنبھالتے آئے تھے۔ اسکے آنسو صاف کرتے آئے تھے۔ آج اسکی باری تھی۔۔ وہ جانتی تھی انہیں پلٹنے میں وقت لگنا تھا۔ وہ ٹوٹ گئے تھے۔۔ وہ ہار گئے تھے مگر اسکے پاس تھے۔۔ اسکے ساتھ تھے۔۔ اسکے رب نے اسکا دانی اسے لوٹا دیا تھا۔۔ وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرائی اور اپنا ہاتھ انکی پشت پر رکھ کر انہیں اپنے ساتھ کا یقین دلایا تھا۔

اس رات ٹوٹتے ہوئے تاروں کی گونج میں
ہم کتنی دیر چلتے رہے کچھ پتا نہیں
کب تک ہم اپنے ان کہے لفظوں کی کرچیاں
فرشِ ہوا سے چنتے رہے کچھ پتا نہیں

+++

یہ اس کے کانوں نے کیا سنا تھا کہ پاپا نے دانیال کی فیملی کو انکار کر دیا تھا؟ وہ سارا راستہ اس دکھ کے زیر اثر رہی تھی کہ اس نے دانیال کو انکار کر کے ایک طرف انکا دل توڑ دیا تھا تو دوسری طرف انکار کی ذمہ داری ان پر ڈال کر انہیں دوہری مشکل میں گرفتار کر دیا تھا۔ یہ انکشاف اس پر بہت پہلے ہو گیا تھا کہ دانیال اس میں دلچسپی لیتے ہیں مگر انہوں نے کبھی کچھ بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ انکا بے حد احترام کرتی تھی۔ وہ ایک بہترین دوست ساتھی اور استاد تھے۔ اتنے سال انہوں نے رجا وہاج پر صرف عزت کی نگاہ ڈالی تھی۔۔ کیا تھا جو وہ اس سے محبت کرنے لگے تھے۔۔ اور انہوں نے رشتہ بھیج کر بھی اسے عزت ہی دی تھی جو اسکے خیال میں فوراً قبول ہو جانا چاہیے تھا مگر اب یہ انکار۔۔؟

"دعا نے ایک رشتہ بتایا ہے اپنے سسرال میں۔۔ لوگ دیکھے بھالے ہیں۔ ہماری بیٹی خوش ہے وہاں تو بہتر یہی تھا کہ ان لوگوں کو ترجیح دی جائے۔۔ یوں بھی مجھے دانیال کی دادی کچھ خاص رضامند لگ بھی نہیں رہی تھیں۔"

ماما اسے تفصیل بتا رہی تھیں اور اسکی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس خبر پر خوش ہو یا دکھی؟

+++

"جی پاپا۔۔ اچھا دانیال کا پروپوزل؟ جی جی رجا کے سینئر ہیں مجھے معلوم ہے۔۔ ہاں انڈر اسٹینڈنگ تو کافی ہے دونوں کی۔۔ آپ نے رجا سے پوچھا؟ میری رائے۔۔؟ پاپا۔۔ میں کچھ بتانا چاہتی تھی آپ کو۔۔"

آریز کھڑے کھڑے برف ہو گیا تھا۔۔ تو یہ وقت آ گیا۔۔ اس نے دعا چچی کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر انکی باتیں سن لی تھیں۔۔ وہ پلٹ جانا چاہتا تھا کیونکہ اس وقت اسکا چہرہ اس کا ہر راز کھول دیتا مگر مجبوری یہ تھی کہ ریحان چاچو لائن پر تھے۔ چچی کا نمبر بزی ہونے کی وجہ سے انہوں نے اسے کال کر لیا تھا اور وہ اسوقت انہیں فون دینے ہی آیا تھا۔ چچی نے اسکی آہٹ محسوس کر لی تھی۔

"میں آپ کو دوبارہ کال کرتی ہوں پاپا۔۔ کوئی فیصلہ مت کیجئے گا تب تک۔"

دبی آواز میں کہہ کر انہوں نے جلدی سے فون بند کر دیا۔ آریز کی صورت نظر آتے ہی انکے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"ریحان چاچو کال کر رہے تھے آپ کا نمبر بزی تھا۔"

اس نے فون انکی طرف بڑھایا۔۔ نظریں جھکی ہوئی تھی۔ دعا سمجھ گئیں کہ وہ انکی باتیں سن چکا ہے۔

"میں آپکو کال کر رہی ہوں کچھ دیر میں۔"

ریحان کا جواب سنے بغیر انہوں نے کال کاٹ دی۔ آریز بے مقصد ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

"رجا کا رشتہ آیا ہے آریز۔۔ پاپا کا فون تھا۔۔ اس کے سینئر دانیال جمشید۔۔"

"جی جانتا ہوں۔۔ ملے تھے اس دن ہوسٹل کے باہر۔۔ اچھی بات ہے دونوں کی کافی دوستی بھی ہے۔۔ رجا کو سوٹ کرتے ہیں۔"

وہ یوں بولا جیسے کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو۔ دعا نے بغور اسے ٹٹولا۔

"اور وہ جو تم کہتے تھے۔۔"

وہ ڈھکا چھپا جتا گئیں۔

"چھوڑیں چچی وہ بس میرا بچپنا تھا۔۔ رجا ٹھیک کہتی تھی۔ میں تو شرمندہ ہوتا ہوں آپ سے اور اس سے۔۔"

اس نے اتنی آسانی سے یہ بات جھٹلائی کہ دعا دیکھتی رہ گئیں۔

"مطلب تمہیں اب اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں؟ وہ سب مذاق تھا؟"

وہ پھر اسے چھیڑ رہی تھیں۔ آریز نے سانس بھر کر نگاہ پھیری۔

"ان باتوں سے اب کیا فرق پڑتا ہے چچی۔۔ ویسے بھی رجا اور دانیال ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا اور دیکھ لیں یہ رشتہ اس بات کا ثبوت ہے۔۔ اسلئے آپ مجھے شرمندہ نہ کریں اور بھول جائیں سب۔"

اس سے یہاں کھڑے رہنا محال ہو رہا تھا اور چچی تھیں کہ مستقل اس سے جرح کرنے کے موڈ میں تھیں۔ دعا زیر لب مسکرائیں۔

"ٹھیک ہے پھر میں پاپا کو کہتی ہوں کہ ہاں کر دیں۔"

انہوں نے کندھے اچکائے اور موبائل پر مصروف ہو گئیں۔ آریز ضبط کرتا پلٹ آیا۔

+++

اس کی ہاؤس جاب ختم ہونے میں دو ماہ باقی تھے، اسے نعیم چاچو کی وساطت سے اسی ہاسپٹل میں مستقل جاب آفر ہوئی تھی۔ ابھی وہ اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر پایا تھا جب ایک دن اسے ابو کا بلاوا آ گیا۔ وہ کمرے میں پہنچا تو امی ابو دونوں محوِ گفتگو تھے۔ موضوع اسی

کی ذات تھی۔ اسے دیکھ کر ابو نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"اور سنایئے صاحب آپ کی ہاؤس جاب کیسی جا رہی ہے؟"

بڑے ہشاش لہجے میں ابو نے اسے مخاطب کیا۔ آریز کے حواس مجتمع ہوئے۔ یہ انداز تخاطب وہ اپنے کلائنٹس کے ساتھ اختیار کرتے تھے۔

"جی اللہ کا شکر ہے۔"

اس نے سنا سا جواب دیا۔

"اور اس جاب کے متعلق کیا سوچا ہے تم نے جو نعیم کے ہسپتال سے آفر ہوئی ہے؟"

پھر ایک سوال۔۔ ایک تمہید۔۔ آریز محتاط ہو گیا کیونکہ یہ سب انہیں معلوم تھا پھر اس سے پوچھنے کا مقصد؟

"جی میں نے ابھی کوئی حتمی جواب نہیں دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔ پھر تمہاری ماں کا کہنا ہے کہ اب تمہاری شادی کر دینی چاہیے۔"

انہوں نے بالکل اسکے سر کے قریب لا کر بم پھوڑ دیا تھا۔ آریز چند لمحے گنگ سا ان دونوں کی صورتیں تکنے لگا۔

"کیا ہوا بھئی تمہیں سانپ کیوں سونگ گیا؟"

اسے لگا ابو ابھی بھی مذاق کے موڈ میں ہی تھا۔

"نہیں وہ۔۔ شادی ابو؟ اتنی جلدی؟"

الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر بے ربط سے ادا ہوئے۔

"کیوں؟ اور کونسی عمر ہوتی ہے شادی کی؟ ماشاء اللہ پڑھ لکھ چکے ہو، برسر روزگار بھی ہو جاؤ گے۔ تمہیں کونسی ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں؟"

امی کو اگی حیرت ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ ابو نے فوراً ہی اسکے ہاتھ پر دباؤ ڈال کر ٹھنڈا رہنے کی تائید کی۔

"تم شادی کرنا ہی نہیں چاہتے یا ابھی نہیں کرنا چاہتے؟"

ابو نے مناسب الفاظ میں اسکی رائے جاننا چاہی۔ آریز قدرتی طور پر ہلکا محسوس کرنے لگا۔

"جی ابھی نہیں کرنا چاہتا۔"

اس سے زیادہ مناسب جواب نہیں تھا اسکے پاس۔ ابو نے ہنکارا بھرا۔ کچھ لمحے سوچ کر انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"بیٹا دراصل ایک بہت اچھا پروپوزل تمہارے لئے موجود ہے، ہم اسے گنوانا نہیں چاہتے۔ تم ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے تو ہم صرف بات پکی کر دیتے ہیں۔ اس سے تمہاری امی کی بھی تسلی ہو جائے گی کیوں بھئی آپ کو اس پر تو کوئی اعتراض نہیں؟"

ابو نے شرارت سے امی کی طرف دیکھا۔

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں امی سے پوچھ لیں۔"

امی نے خفگی سے اسے گھورا۔ آریز کو لگا آگے کنواں پیچھے کھائی والا معاملہ ہے۔ وہ کس منہ سے اور کس بنیاد پر انکار کرتا۔ وہ امی کا رویہ بھی دیکھ رہا تھا، اسے لگا منگنی کیلئے ہاں کر کے اسکی جان چھوٹ سکتی ہے۔

"ٹھیک ہے جو آپ مناسب سمجھیں۔"

امی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آریز کو لگا اس نے انہیں اس سے زیادہ خوش پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے دل پر منوں بوجھ لئے باہر نکل آیا اور بند دروازے کے اس پار امی ابو سے کہہ رہی تھیں۔

"مان گئی آپ کی وکالت کو۔"

اور دونوں مطمئن سے ہنس دیئے تھے۔ وہ خوش تھے مگر آریز کے لبوں سے مسکراہٹ روٹھ گئی تھی۔ تو اب اپنی ذات پر بھی اختیار نہیں رہے گا؟ وہ سوچتا جا رہا تھا اور اسکے اندر گھٹن بڑھتی جا رہی تھی۔ ان گزرے سالوں میں اس نے اس سنگدل لڑکی کو بھولنے کی بہت کوشش کی تھی مگر حقیقت یہ تھی کہ سب سے دور رہ کر اس نے اپنے دل کو اسکی یادوں سے ہی آباد رکھا تھا۔ وہ اسے سوچتے رہنے کا عادی ہو چکا تھا۔ وہ کسی سے اس کے بارے میں بات نہیں کرتا تھا اور نہ ہی کر سکتا تھا۔ انکے درمیان ایسا کچھ کبھی رہا ہی نہیں تھا جس کے متعلق وہ کسی کو کچھ بتاتا۔ گو وہ کسی کو بھی اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا نہ آج نہ کبھی اور مگر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے پاس کوئی ایسی وجہ نہیں جسے بنیاد بنا کر وہ امی ابو کو مطمئن کر پاتا۔

ایک ٹوٹا ہوا دل۔۔۔

ایک برباد محبت۔۔۔

ایک بچا کچا پندارِ وفا۔۔۔!

اور بھلا یہ سب بھی کسی کو دکھایا جاتا ہے؟ وہ اپنے دل کو خوش نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہ اس کی ذات کا قرض تھا اس پر مگر وہ اپنے والدین کو نا امید نہیں کر سکتا تھا۔ اسے چنداں دلچسپی نہ تھی کہ اسکی منگنی کس سے ہو رہی تھی۔ کون سا اچھا پروپوزل تھا جسے اسکے ماں باپ گنوانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ بس رضا مندی دے کر اپنا فرض نبھانے آیا تھا۔ وہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ اس نے وہ ایک اسم گنوا دیا تھا جو اسکے دل کے طلسم کا توڑ تھا۔ رجا دہاج! وہ نہ اس سے ملنے کی پہلی گھڑی بھولا تھا نہ اس سے بچھڑنے کا وہ آخری منظر جو اسکی ذات کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا تھا۔

+++

اس دن وہ ہاسپٹل سے دیر سے لوٹا تھا جب اسے پتہ چلا کہ دو بار اسکے لئے کوئی فون آ چکا تھا، دراصل وہ آج اپنا فون بیٹری ڈاؤن ہونے کی وجہ سے گھر چھوڑ آیا تھا۔ اس نے چیک کیا تو غیر ملکی نمبرز تھے اور اس کے لئے انجان تھے۔ وہ کھانا کھا کر لیپ ٹاپ آن کر کے بیٹھ گیا۔ معمول کی چیزوں کے بعد اس نے اپنا میل باکس کھولا تو ڈاکٹر فرینک ایڈورڈ کی ای میلز آئی ہوئی تھیں۔ وہ گزرے سالوں میں ان سے مسلسل رابطے میں رہا تھا اور یہ یقیناً اسکی خوش قسمتی ہی تھی کیونکہ اس بار جو میلز انکی آئی تھیں وہ آریز کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ ڈاکٹر فرینک ایڈورڈ نے لکھا تھا کہ انکی یونیورسٹی غیر ملکی طلبا کیلئے اسکالرشپ آفر کر رہی تھی۔ چند مفید کورسز جو آریز کی فیلڈ سے تعلق رکھتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ آریز انکے لئے اپلائی کرے اور وہ اس سلسلے میں اسکی بھرپور مدد کیلئے تیار تھے۔ آریز کو لگا قسمت ایک بار پھر اسے فرار کا موقع دے رہی ہے۔ اس کے ذہن نے فوراً پلان ترتیب دے لیا۔ اسے ایک بار پھر نعیم چاچو کو درمیان میں ڈالنا تھا کیونکہ انکی حمایت کے بغیر امی کبھی بھی اسے اتنی دور جانے نہ دیتیں۔

+++

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

ٹھیک ایک ہفتے بعد وہ نعیم چاچو کے بلاوے پر انکے گھر میں بیٹھا تھا اور وہ اسے گرین سگنل دے چکے تھے۔ آریز حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی تھا۔

"یار میں ایسی باتوں میں مذاق نہیں کرتا اور تمہیں کیوں خوف تھا کہ تمہارے ابو اجازت نہیں دیں گے؟ بیٹا جی آپ کو یہاں واپس لانے کا پکا انتظام تو وہ کر ہی چکے ہیں، پھر انہیں

کس بات کا ڈر تھا۔"

وہ اپنے مخصوص انداز میں اسکی معلومات میں اضافہ کر رہے تھے۔

"مگر امی۔۔؟"

آریز کو امی کی رضامندی کی فکر تھی۔

"ان کے لئے یہی بہت ہے کہ تم نے انکی بات مان کر شادی کیلئے ہاں کردی ہے۔"

انہوں نے اسے آنکھ ماری۔

"شادی کیلئے نہیں صرف بات طے کرنے کیلئے!"

آریز نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا۔

"کوئی مجھے یہ بتائے گا کہ یہ بات طے کرنا کیا ہوتا ہے؟ بھائی جان کی انگیجمنٹ کیوں نہیں ہو رہی؟ آئی مین کوئی فنکشن؟"

یہ اسریٰ تھی، آنکھوں پر چشمہ لگائے جینز پر ٹاپ پہنے وہ مکمل طور پر نعیم چاچو کی کاپی تھی۔ جس طرح شادی کے چھ سال بعد وہ اچانک انکی زندگی میں ٹپکی تھی اسی طرح وہ اس وقت ان کی گفتگو کے درمیان ٹپک پڑی تھی۔ بلا کی حاضر جواب اور زیرک تھی وہ۔

"ویل تمہارا باپ ہونے کی حیثیت سے مجھے بھی یہ اعتراض ہے مگر ابا جی کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے میں وہی جواب دوں گا جو وہ دیتے ہیں کہ خاندانی لوگوں میں زبان کی حیثیت ہوتی ہے اس دھوم دھڑکے اور شور شرابے کی نہیں جب شادی ہوگی تو سب کو پتہ چل ہی جائے گا۔"

نعیم چاچو نے اپنی دختر نیک اختر کو مطمئن کرنا چاہا آریز خاموش تماشائی بنا نگٹس کی پلیٹ پہ ہاتھ صاف کرتا رہا۔ اسے قطعاً اس موضوع سے دلچسپی نہیں تھی اس کے لیے یہی بہت تھا کہ اسے یہاں سے بھاگنے کی اجازت مل گئی تھی۔

"بھائی سیماب یہ نگٹس اور ہوں تو آریز کو باندھ کر دے دو۔"

نعیم چاچو پھر نعیم چاچو تھے ان کی نظروں سے کچھ بھی نہیں چھپ سکتا تھا۔ آریز ڈھیٹ بنا برابر کھاتا رہا۔

"او کے آئی ایگری بٹ ہم لڑکیوں نے پلان کیا ہے کہ ہم ضرور جائیں گے اپنی بھابھی کو وش کرنے اور اس کے لیے ابا جی سے پرمیشن بھی لے لی ہے اور آپ پلیز آج میرا ڈریس دلوا دیں چل کر۔"

اسریٰ اپنی ہی دھن میں تھی۔ آریز کو اب ہاتھ روکنا پڑا۔

"او کے چاچو میں چلتا ہوں۔"

اس نے یہاں سے نکلنے میں ہی عافیت جانی۔

"یار تو تو لڑکیوں کی طرح جا رہا ہے شرما کر۔"

چاچو نے جی بھر کر مزہ لیا۔

"بائے چچی!"

آریز نے جلدی سے کچن کی طرف ہاتھ ہلا کر باہر کا رخ کیا۔ ان سب کا مشترکہ قہقہہ دیر تک گونجتا رہا۔

+++

"تم خوش ہو اپنے رشتے سے؟"

دعا نے اسے سامنے بٹھا کر پوچھا تھا۔ نظریں جیسے اسے اندر تک پڑھ رہی تھیں۔ رجا نے پہلو بدلا۔

"بس مما پاپا کو پسند ہے کافی ہے۔۔ تم جانتی ہو مجھے ان معاملات میں دلچسپی نہیں۔"

اس کے جواب پر دعا بے ساختہ ہنسیں۔

"مطلب تم نے اسے دیکھا نہیں؟"

"نہیں اور مجھے دیکھنا بھی نہیں۔۔ تم دیکھ لو کافی ہے۔"

وہ چڑ سی گئی۔ دعا نے ہونٹ دبائے۔

"اگر وہ لڑکا تمہاری پسند کا ہوتا تب بھی نہ دیکھتیں؟"

رجا نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا دلچسپی پیدا ہوگئی؟"

دعا نے مزا لیا۔

"جی میری افلاطون بہن۔۔ وہی ہے جسکی خاطر آپ جوگن بنی ہوئی ہیں۔"

"دعا۔۔؟"

رجا کی آنکھیں لبالب بھر گئیں۔ دعا نے اسے لپٹا لیا۔

+++

وہ بری طرح اپنی تیاری میں مصروف تھا جبھی گھر میں پکتی کھچڑی سے قطعاً لاعلم تھا۔ ایک ہفتے بعد اسکی جرمنی کیلئے فلائٹ تھی۔ اسوقت بھی وہ اپنی ضروری شاپنگ کرکے لوٹا تھا جب ابا جی کی لاؤنج سے آتی آواز پر رک گیا۔

"ٹھیک ہے دہاج الدین ہم سب آجائیں گے۔ تم تیاری رکھو۔ اللہ حافظ۔"

ابا جی فون رکھ کر اسے دیکھنے لگے جو دہاج انکل کا نام سن کر متجسس ہوگیا تھا۔

"ہاں میاں فلائٹ کب کی ہے تمہاری؟"

"ابا جی آنے والے ہفتے کی۔"

وہ الجھا الجھا سا انکا دمکتا چہرہ دیکھنے لگا۔

"ہمم۔۔ بڑی دلہن تیاری رکھو۔ جمعے کی تاریخ دی ہے دہاج الدین نے۔ سب کو کہہ دو وقت سے نکلنا ہے دیر نہ کرے کوئی۔"

"کہاں جارہے ہیں آپ سب؟"

آریز کا ضبط جواب دے گیا۔

"دراصل دہاج الدین عمرے پر جارہا ہے تو اسی سلسلے میں سب خاندان والوں کو دعوت پر بلایا ہے۔ تم بھی ذرا کوئی ڈھنگ کا جوڑا رکھ لینا۔"

ابا جی نے یوں کہا جیسے وہ سدا کا بے ڈھنگا ہو۔ آریز پہلو بدل کر رہ گیا۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ رختِ سفر اسکی صورت دیکھ کر باندھا جائے؟ اور نہ صرف وہ بلکہ دانیال بھی؟ جایا جائے گا پھر مجھ سے؟"

اسکی چال میں سستی آگئی تھی۔ ابا جی اور امی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔

+++

It was one evening,
When i was hardly 20years,
The night was blue and blissful,
The Neckar flowed pristine,
I knew, I knew,
What what i was, I 've got my heart in Heidelberg lost!

بند آنکھوں کے پار وہ کئی سال پیچھے چلا گیا تھا۔ وہی کم عمر جذباتی سا لڑکا بن گیا تھا جسے رجا دہاج سے محبت ہوگئی تھی۔

In a warm summer night,I was in love head over heels
like a rose laughed her mouth .

اسے بارش میں بھیگتی، سرمستی میں ڈوبی، نظمیں پڑھتی ہوئی رجا نظر آنے لگی۔

And when we said goodbye at the gates, at the
Last kiss, as I 've clearly recognized that..
I .lost my heart in Heidelberg..

اچانک اسکے لبوں سے مسکراہٹ جدا ہوگئی۔ وہ کس کس جدائی کے منظر کو یاد کرتا؟

جب اس نے اسے ٹھکرایا تب؟ یا جب وہ دانیال کے ساتھ جاتے ہوئے اسے چھوڑ گئی تھی تب؟

The years have passed,
and i m alone!
And asks her companions,
Why he didn't take any
Then i tell you,
I tell you,your friends,as it came,
I lost my heart in Heidelberg!..

ہاں سالوں بیت گئے تھے اور وہ آج بھی تنہا تھا۔ وہ آج بھی اسے ہی چاہتا تھا۔ اس نے کبھی کسی نسوانی وجود کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ کیا وہ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ اس نے اسکے سوا کبھی کسی کو نہیں چاہا تھا؟

آریز نے سرخ پپوٹوں کو مسلا اور ٹھنڈی سانس بھرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہیڈل برگ (جرمنی) کا تھیم سانگ اب تک بج رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون بند کردیا۔ الماری کے پٹ کھولے وہ ابا جی کی ہدایت پر عمل کرنے کی خاطر اپنے ڈھنگ کے جوڑوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔

+++

وہ اب تک حیران بیٹھی اپنی گود میں دھرے اس سرخ اور قانی کلر کے امدار جوڑے کو دیکھے جارہی تھی۔ اسے بتایا گیا تھا کہ یہ اسکے نکاح کا جوڑا ہے جو اگلے ہفتے جمعے کے روز ہونا قرار پایا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ پھولوں کا گلدستہ اٹھایا جو اسکی ہونے والی نندوں نے بھجوایا تھا اور وہ وشنگ کارڈ بھی جو ان سب کے محبت بھرے فقروں سے سجا تھا۔

"وہ نہیں جانتا کہ اسکی شادی تم سے ہو رہی ہے۔"

رعنا نے اسے بتایا تھا۔ یہ کیسا سنگین مذاق کر رہے تھے وہ لوگ اسکے ساتھ۔ وہ جو مزے سے منگنی کروا کر یہاں سے بھاگ رہا تھا۔۔ وہ کسی اور کا تصور اپنے ساتھ لیکر جارہا تھا ورنہ کیا اسے اعتراض نہ ہوتا کہ وہ لڑکی رجا داج نہیں کوئی اور ہے؟ رجا خوش ہونا چاہتی تھی مگر ہو نہیں پارہی تھی۔ جس شخص کے ساتھ اسے منسوب کیا جارہا تھا اسے معلوم تک نہ تھا۔ جب معلوم ہوگا تب وہ کیسا ردعمل ظاہر کرنے گا؟ یہ سوچ رجا کو پریشان کر رہی تھی۔

"اور اسے اتنا دکھ دے کر میں اسے ڈزرو بھی کب کرتی ہوں۔۔"

وہ ہنوز اداس تھی۔

+++

جمعے کی شام پانچ بجے وہ سب جانے کیلئے تیار تھے۔ ان سب کی حد سے زیادہ تیاری اور جوش دیکھ کر آریز کا دماغ کھٹک رہا تھا۔ کڑک دار لشکارے مارتے سفید شلوار قمیض پر بادامی ویسٹ کوٹ اور خانقاہی ٹوپی پہنے ہوئے ابا جی جنکی خوشی آریز کی سمجھ سے باہر تھی۔ ساتھ ابو نعیم چاچو ریحان چاچو میچنگ شلوار قمیض پہنے بینجمن برادرز لگ رہے تھے۔ امی اور سیماب چچی بھی خوب میک اپ اور زیورات کے ساتھ الگ ہی نظر آرہی تھیں۔ یہی حال لڑکیوں کا تھا۔ عطیہ پھپھو تک مدعو تھیں۔ آریز سفید براق راسلک کے کرتے پاجامے میں اپنا سوٹ کیس سنبھالتا نیچے اترا تو سب ہی آگے پیچھے باہر نکل گئے۔ دو گھنٹے کے صبر آزما سفر کے بعد جب انہوں نے داج ہاؤس میں قدم رکھا تو آریز کی دھڑکن زیر و زبر ہوگئی۔ سارا گھر بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ لان کا

سیٹنگ اریجنمنٹ اور کونے میں بنا خوبصورت سا نبری سٹیج کوئی اور ہی کہانی کہہ رہا تھا۔

"کہیں دانیال اور رجا کی شادی تو نہیں ہو رہی۔۔؟"

اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔ دہاج انکل اور آنٹی دعا چچی کے ساتھ ان سب کو ریسیو کرنے باہر تک آئے۔ وہ بہت خوش اور پر جوش تھے۔ آریز سے مسکرایا بھی نہ گیا۔ نظریں لاشعوری طور پر اسے ہی کھوج رہی تھیں جبکہ دل کی حالت بیان سے باہر تھی۔

+++

جمعے کے روز عصر کے بعد اسے دلہن بنایا گیا تھا۔ گو اس کی رخصتی ساتھ نہیں ہو رہی تھی مگر وہ پور پور سجی تھی۔ سرخ رنگ اس پر جچ کر گویا امر ہو گیا تھا۔ روایتی طرز کے زیورات ٹیکا جھومر ہار جھمکے گلو بند ہاتھ پھول اور ڈھیروں چوڑیاں پہنے، بار بار پلکیں جھپکاتی وہ ایسی گڑیا کی مانند لگ رہی تھی جس میں جان ڈال دی گئی ہو۔ اسکی تمام تر سجاوٹ سے ہم آہنگ ہوتا اسکا اداس روپ دیکھنے والوں کو مبہوت کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں اسے بلاوا آ گیا، وہ آ گیا تھا۔۔!

+++

وہ بے حد بے چین اور مضطرب سا سب کے درمیان خاموش بیٹھا تھا جبکہ باقی سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ تالیہ جیا اور امرئی سارے گھر میں اٹھلاتی پھر رہی تھیں۔ امی اور چچی کی مما ساتھ ساتھ مختلف لوگوں سے مل رہی تھیں۔ آریز کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ جب ہی گھر کے اندرونی حصے سے مختلف لڑکیوں کے جھرمٹ میں ایک عروسہ جلوہ گر ہوئی۔ آریز مبین گھونگھٹ کی آڑ سے جھلکتے چہرے کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"آؤ آریز۔۔"

ریحان چاچو نے آ کر اس کا کندھا دبایا تو وہ نا سمجھی سے انہیں دیکھتا کھڑا ہو گیا۔

"یہ سب کیا ہے چاچو؟"

اس نے بہت ضبط کر کے انکا ہاتھ دبا کر پوچھا تھا۔ جب ہی ابو اور نعیم چاچو بھی قریب آ گئے تھے۔

"تمہارا نکاح ہو رہا ہے۔۔ رجا کے ساتھ۔۔"

جواب نعیم چاچو نے دیا اور حسب عادت اسے آنکھ ماری۔ وہ ہونقوں کی طرح انہیں گھورنے لگا۔

"مگر۔۔ یہ سب۔۔ مجھے بتایا تک نہیں کسی نے۔۔ ایسے کیسے؟"

اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ یہ کیسا مذاق کر رہے تھے وہ سب؟ بھلا رجا اور وہ کیسے۔۔؟

"نکاح کرنے سے پہلے تو بتا دیا نا اور زیادہ معصوم نہ بن۔۔ سب کو سب کچھ پتا ہے۔۔"

نعیم چاچو نے ٹھیک ٹھاک لتاڑ دیا تھا اسے۔۔ آریز جز بز ہوا۔

"اچھا اب چلو ادھر۔۔ بلاوجہ لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔"

ابو نے اسے مزید کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر رجا کے پہلو میں بٹھا دیا تھا۔ اسکی موجودگی محسوس کرتے ہی رجا کو ڈھیروں ڈھیر شرم نے آ لیا۔ اسکا سر مزید جھک گیا تھا۔ نکاح شروع ہو چکا تھا۔ اپنی ساری فیملی پر سلگتی ہوئی نگاہ ڈال کر اس نے لٹھ مار انداز میں قبول ہے کا فرض نبھایا اور اٹھنے کیلئے پر تولنے لگا۔

digest.Novels Lovers group

"ارے دولہا میاں۔ کدھر۔۔؟ذرا گھونگھٹ اٹھائیے اپنی دلہن کا۔"

رجا کی کزنز نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ وہ غائب دماغی سے انہیں دیکھنے لگا پھر اپنے پہلو میں سمٹی لال گٹھری کی طرف مڑا اور احتیاط سے تھام کر اسکا گھونگھٹ الٹ دیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں تک کبھی اسکے خوابوں نے بھی رسائی نہیں پائی تھی اور وہ آج اس لمحہ موجود میں اسکے روبرو کھڑا پورے حق سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آنچل کے کنارے اب تک اسکے ہاتھوں میں دبے تھے اور اسکی نظروں نے جیسے پلٹنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ ایک نظر میں اسکے حسن سے چھلکتی اسکی اداسی بھانپ گیا تھا۔ دل پر اوس سی پڑی تھی اور اس نے ہاتھ میں دیا آنچل چھوڑ دیا تھا۔ رجا نے اسکے جامد تاثرات اور گہری خاموشی کو بہت اندر تک محسوس کیا تھا۔ آنکھیں بے اختیار بھر آئی تھیں۔

تصویریں بنوانے کیلئے جب وہ دونوں ساتھ کھڑے ہونے لگے تو رجا کا دوپٹہ اسکی سینڈل کے نیچے آگیا، وہ لڑکھڑا گئی مگر بہت ہی اچانک ایک مضبوط ہاتھ نے اسکی ٹھنڈی پڑتی ہتھیلی تھام لی۔۔

اووو کی آوازوں سے سارا مجمع محظوظ ہوا اور اس یادگار منظر کو چاچو کے کیمرے نے ہمیشہ کیلئے محفوظ کرلیا۔ وہ سرد تاثرات لئے ساری رسمیں نبھاتا رہا۔ دل کو دھچکا لگا تھا۔ اسکی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ سب سے بڑا دن جس میں اس نے لاعلمی میں شرکت کی تھی۔ کیا وہ کوئی چھوٹا بچہ تھا جس کے ساتھ کھیل کھیلا جا رہا تھا؟

"آریز تم خوش ہو؟"

دعا چچی نے کھانے کے بعد اسے گھیر لیا تھا۔ اسکی اڑی رنگت اور بے توجہی وہ پوری تقریب میں محسوس کرتی رہی تھیں۔ آریز نے خاموش سنجیدہ نگاہ ان پر ڈالی۔ دعا کا دل ڈول گیا۔

"کیا یہ سب ایک مذاق ہے چچی؟ کسی نے مجھ سے پوچھنا مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا؟ ایسا کیوں کیا آپ سب نے؟"

وہ شدید ذلت محسوس کر رہا تھا۔

"آریز کیا ہو گیا کیوں اتنا بدگمان ہو رہے ہو؟ مجھے لگا تم خوش ہو گے۔۔۔ یہ تو تمہاری سب سے بڑی خواہش تھی؟ تم کہتے نہیں تھے تو میں نے ہی سب سے۔۔۔"

دعا روہانسی ہو گئیں۔ آریز نے ضبط کرتے ہوئے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

"ایک بار مجھ سے بھی پوچھ لیتے آپ لوگ؟ رجا سے پوچھ لیتے کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ آپ تو سب جانتی تھیں۔"

اس کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ آنکھوں کی بڑھتی سرخی، چہرے پر پھیلا دکھ۔۔۔ یہ وہ آریز تو نہیں تھا جو جاگتی آنکھوں سے انکی بہن کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ دعا لاجواب سی ہو کر پلٹ گئیں۔ آریز خود پر ضبط کرتا رہ گیا۔

✦✦✦

رات کافی ہو گئی تھی۔ وہاج صاحب نے ان سب کو رات یہیں روک لیا تھا۔

"بھائی جان آئیے آپ کا کمرہ ادھر ہے۔"

امرئی اور تالیہ اسے ایک کمرے کے دروازے پر چھوڑ گئی تھیں۔ اسکا دماغ ٹھکانے پر ہوتا تو ضرور انکی دبی دبی ہنسی کا نوٹس لیتا مگر اسوقت جس قدر ذہنی دباؤ کا وہ شکار تھا، بنا کوئی جواب دیئے دروازے کا ناب گھماتا اندر داخل ہو گیا۔ مشام جاں کو مہکاتی دل فریب سی خوشبو نے اسے چونکایا تو نظریں خود بہ خود اسکے مرکز کی طرف متوجہ ہوئیں۔ بیڈ پر بیٹھی رجا نے بھی اسی

لیے سر اٹھایا تھا۔ اس کی حیرت بجا تھی کیونکہ وہ اپنے ہی کمرے میں تھی اور اسوقت کسی کی بھی آمد کی توقع نہیں رکھتی تھی۔ وہ اب تک عروسی لباس میں تھی۔ سارا سنگھار جوں کا توں تھا صرف دوپٹہ سر سے اتار کر کندھے پر ٹکا لیا گیا تھا۔ بوٹ نیک سے عیاں ہوتی اسکی دودھیا گردن سے روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔ کندھوں کو چھوتے کندن کے بھاری جھمکے ستواں ناک سے آر پار ہوتی نازک نتھ گلے سے لپٹا بھاری گلو بند اور آریز کو حیرت سے تکتی روشن کٹیلی آنکھیں۔۔۔

آریز یک ٹک اسے تکتا رہ گیا۔ یہ اسکی زندگی کا بلاشبہ سب سے خوبصورت اور کیف آگیں لمحہ تھا جو من پسند ہمسفر کے ہمراہ قطرہ قطرہ اسکی زندگی میں پاؤں دھر رہا تھا۔ اسکے اختیار کی لگامیں جذبات کے منہ زور گھوڑے پر سوار ہو کر اسکے حواسوں سے ہاتھ چھڑانے کے در پر تھیں۔۔۔ اس نظر سے تو کبھی اسے دیکھا ہی نہیں تھا۔ رشتہ بدلا تھا تو جیسے سوچ بھی وسعت پا گئی تھی۔ اسکی نظروں کے انداز اور ارتکاز پر رجا کے وجود میں سرد لہر دوڑ گئی۔ گھبراہٹ سی محسوس کرتے ہوئے اس نے نظریں جھکا لیں۔ ہاتھ بے ساختہ ہی دوپٹے کی طرف بڑھے تھے۔ اسکے وجود کی جنبش سے آریز ہوش میں آیا تھا۔ یک لخت ہی اسکی سابقہ کیفیت نے اسے آگھیرا تھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ تم یہاں موجود ہو۔۔۔ تالیہ نے مجھے کہا کہ۔۔۔"

وہ نظریں جھکائے وضاحت دینے لگا۔

"کوئی بات نہیں تم یہاں سو جاؤ میں دوسرے روم میں چلی جاتی ہوں۔"

وہ لہنگا سمیٹ کر بیڈ سے اتری، کئی ساز ایک ساتھ بجے۔۔۔ دروازے کی سمت بڑھتے ہوئے یک لخت اسکی کلائی آریز کی گرفت میں آئی تھی۔ رجا کا دل الگ لے پر دھڑکا۔۔۔

"اس سارے قصے میں تمہارا کتنا حصہ ہے جان سکتا ہوں؟"

اس کے وجود کی لرزش کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ براہ راست اسکی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا۔

"کون سا قصہ؟" رجا الجھی۔

"تمہارے لئے دانیال کا پروپوزل آیا تھا اور بقول چچی کہ قبول بھی ہو گیا تھا پھر ان سب کے بیچ میں کہاں سے آ گیا؟"

وہ پوچھ نہیں رہا تھا باقاعدہ تفتیش کر رہا تھا۔ رجا کی کلائی پر اس کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔

"دانیال تو واپس امریکا چلے گئے آریز۔"

وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی جب آریز نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اوہ تو اسی لئے اداس ہو تم۔۔۔ ظاہر ہے جلدی میں یہی سستا عاشق میسر آیا ہو گا تمہارے والدین کو۔۔۔"

وہ سخت بدگمان تھا۔

"آریز نہیں میری بات سنو ایسا کچھ نہیں۔۔۔"

رجا نے وضاحت دینا چاہی مگر آریز ہمیشہ کی طرح صرف اپنی ہی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا جو وہ دیکھنا چاہتا تھا اور وہی سوچ رہا تھا جو وہ سوچنا چاہتا تھا۔

"تم کوئی بات نہیں رجا تمہیں خود پر زیادہ جبر نہیں کرنا پڑے گا۔ میں کل ہی یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا۔۔۔ پھر تم آزاد۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ اینڈ لیو!"

رجا نے ایک جھٹکے سے ان سے اپنی کلائی

چھڑائی تھی۔ اس سے زیادہ ذلت وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ آریز نے اسکے انداز پر طنزیہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا تھا۔

"تھینک گاڈ تم نے یہ زبردستی کی مصلحت سے خود کو نکالا۔۔۔ اب لگ رہی ہو اصلی رجا جسے اپنے معیار سے کم پر کوئی برداشت نہیں ہوتا۔۔۔"

"میں تمہیں اب کوئی وضاحت نہیں دوں گی۔۔۔ شاید یہی میری سزا ہے۔۔۔ تم جا سکتے ہو پلیز۔"

اس نے کندھے سے پھسلتا بھاری آنچل سنبھالتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ اس عزت افزائی پر آریز کے اعصاب کشیدہ ہوئے اور وہ سرخ چہرہ لئے باہر نکل گیا۔ پیچھے وہ بند دروازے سے لگ کر بیٹھی بری طرح رو دی تھی۔

+++

صبح ان سب کے لئے پرتکلف ناشتے کا انتظام کیا گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ واقعی وہ لوگ آریز کی بارات لے کر آئے تھے۔

"فلائٹ کب کی ہے وہاج الدین؟"

ابا جی نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

"چچا جان آج دوپہر کی ہے۔"

وہاج انکل نے مسکرا کر جواب دیا۔ دعا سب کو ناشتہ پیش کر رہی تھیں مگر چپ سی تھیں۔ جب ہی آریز اور رجا آگے پیچھے لاؤنج میں داخل ہوئے۔

"ماشااللہ نظر نہ لگے۔"

امی نے فوراً اٹھ کر دونوں کی بلائیں لیں۔ گو وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر الگ الگ سمتوں سے نکل کر یہاں پہنچے تھے مگر یوں ایک ساتھ سب کے سامنے آتے ہوئے عجیب قسم کی جھجک اور شرم نے انہیں گھیر لیا تھا اس پر امی کا انداز اور باقی سب کی دبی دبی مسکراہٹ۔۔۔ رجا سے نظر اٹھانا محال ہو گیا۔ وہ یونیورسٹی ٹاپر اسوقت گاؤں کی گوری کی طرح گلابی ہو رہی تھی۔ آریز لڑکا تھا جبھی نظر انداز کرتا ہوا اپنی جگہ پر جا بیٹھا مگر جس طرح چچی کی مما اسے دامادوں والا پروٹوکول دے رہی تھیں، اسے پہلی بار اس گھر سے اپنے رشتے کی تبدیلی کا احساس ہوا۔

پلیٹ میں آملیٹ نکالتے ہوئے نظر بے ارادہ سامنے بیٹھی رجا سے ٹکرا گئی۔ گہرے فیروزی رنگ کے نازک سنہری کامدار سوٹ میں ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ کوئی نو بیاہتا لڑکی ہی لگ رہی تھی۔ ایک جھلکتا احساس آریز کے دل کے ایوانوں سے ہو کر گزر گیا۔ اسکی مختصر مگر گہری نظر کی تپش رجا تک بخوبی پہنچی تھی۔

آف وائٹ گول گلے کے کرتے پاجامے میں ملبوس وہ سیدھا دل میں اتر رہا تھا مگر کاش وہ اسے جتنی محبت سے دیکھنا چاہتی تھی اتنی ہی محبت سے وہ اسے بھی نوازتا۔ کل رات کی تلخی اب تک حواسوں پر چھائی ہوئی تھی۔ رجا نے کئی بار چوری چھپے اسے دیکھا تھا مگر وہ یوں بے نیاز بنا ناشتہ کر رہا تھا جیسے اس سے ضروری کچھ اور ہو ہی نا۔

"رجا کی فکر مت کرنا بیٹا اسے ہم ساتھ لے جائیں گے۔۔۔ بچی یہاں کہاں اکیلی رہے گی۔"

اباجی کی بات پر وہ پوری جان سے متوجہ ہوا تھا۔

"لیکن ایسے کیسے چچا جان؟ لوگ کیا کہیں گے کہ رخصتی سے پہلے سسرال میں رہ رہی ہے لڑکی۔۔۔"

آنٹی متذبذب تھیں۔

"سسرال کیوں؟ اسکی بہن کا گھر بھی تو ہے۔۔۔ ماں باپ کی غیر موجودگی میں بڑی بہن

عا اس کی سرپرست ہے۔"
آریز کی امی نے فوراً جواب دیا تھا۔

"بالکل ٹھیک کہا بڑی دلہن۔۔۔ اور پھر اس میں کیا شک ہے کہ اب یہ ہماری بیٹی ہے پھر بھی تم مطمئن نہیں ہو تو باقاعدہ رخصت کردو ہمارے ساتھ۔۔۔ مگر یہ کسی اور جگہ نہیں رہے گی۔"

اباجی کی بات پر ان دونوں نے بے ساختہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

"اور پھر بھابھی آریز تو جا رہا ہے آج۔۔۔ اسکی غیر موجودگی میں کوئی باتیں نہیں بنائے گا۔۔۔ آپ بے فکر ہو کر اسے بھیج دیں وہاں۔"

نیساب چچی نے بھی حمایت کی۔

"ہاں بھئی آریز تمہاری زوجہ دربدر ہو رہی ہیں۔۔۔ تم اپنی خدمات پیش نہیں کرو گے؟"

نعیم چاچو کا تو بس ایک وہی ٹارگٹ تھا۔

آریز نے پہلو بدلا۔ سب کی توجہ خود بخود اسکی طرف مبذول ہو گئی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔۔۔ جو آپ لوگ بہتر سمجھیں۔"

اس کے گول مول جواب پر خوب ہوٹنگ ہوئی مگر پھر طے یہی پایا کہ رجا اپنے والدین کو رخصت کر کے دعا چچی اور ریحان چاچو کے ساتھ حیدرآباد آجائے گی۔ رجا اس بیچ وقفے وقفے سے اسے دیکھتی رہی اور وہ دانستہ نظریں چراتا رہا تھا۔

✦✦✦

ایئرپورٹ پر ویٹنگ لاؤنج میں اسکے برابر بیٹھے ہوئے ایک بار پھر رجا کا دل پگھلنے لگا تھا۔ ریحان کافی لینے کیلئے اٹھے تو دعا بھی ساتھ ہی چل دیں۔

"پلیز دونوں اپنے ایشوز حل کرلو۔۔۔ بہت لمبی جدائی ہے درمیان میں۔۔۔ سہہ نہیں سکو گے۔"

وہ براہ راست ان دونوں کو سناتی ہوئی ریحان کے پیچھے نکل گئیں۔ آریز بظاہر اپنے ڈاکیومنٹس چیک کر رہا تھا مگر دھیان کے سب دھاگے پہلو میں بیٹھی رجا سے جڑے تھے۔

"کب ختم ہوگا کورس؟"

اس نے یوں ہی اس معنی خیز خاموشی سے پیچھا چھڑایا۔ آریز چونکا۔

"تقریباً آٹھ ماہ۔۔۔"

"میں انتظار کروں گی۔۔۔ تمہاری ہر بد گمانی۔۔۔"

رجا کی آواز بھیگنے لگی۔

"یہ بدگمانی تو نہیں ہے۔۔۔ آنکھوں دیکھا سچ ہے جسے کبھی کسی نے نہیں جھٹلایا۔۔۔ سالوں تک نہیں۔۔۔"

اس کے گرتے آنسوؤں سے نظریں چرا کر وہ قطعی انداز میں بولا تھا۔

"آنکھوں دیکھا ہمیشہ سچ نہیں ہوتا۔۔۔"

رجا نے سرخ ڈورے اسکے شفاف چہرے پر ٹکائے تھے۔ آریز نے طنزیہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اچھا۔۔۔ اپنے ٹھکرائے جانے کی ذلت بھی میری آنکھوں دیکھی تھی رجا بی بی جسکا اقرار تم نے خود کیا تھا۔۔۔ سوچ سمجھ کر ڈیل کیا تھا مجھے تم نے۔۔۔ کہہ دو کہ وہ بھی جھوٹ تھا۔"

"میرا انکار تمہارے کام ہی آیا تھا اور میری نیت بھی یہی تھی۔۔۔ اللہ جانتا ہے۔"

رجا نے بے دردی سے آنکھیں رگڑیں۔

آریز نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"تم آج بھی وہیں کھڑی ہو رجا۔۔۔ مجھے تمہاری نصیحت نہ کل چاہیے تھی نہ آج۔۔۔ میری

طلب کل بھی محبت تھی اور آج بھی محبت ہی ہے۔"
اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔
"تمہیں کیا پتا میں کہاں کھڑی ہوں۔۔
تمہیں واقعی نہیں پتا آریز۔۔"
اس کی آواز ڈوب گئی تھی۔
"بہرحال۔۔۔میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں۔۔میرے لئے ہمیشہ تمہاری خوشی ضروری تھی۔۔آج بھی ہے۔۔تمہیں اس ستے عاشق کو ناحق برداشت کرنے کی ضرورت نہیں۔۔جب چاہو مجھ سے آزادی۔۔"
"اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔"
رجا اس کی بات کاٹ کر سرعت سے اٹھی اور جانے لگی۔ سامنے سے دعا اور ریحان چلے آرہے تھے۔ آریز نے فوراً اسکی کلائی تھام کر واپس اپنے ساتھ بٹھالیا۔
"میرے جانے تک اس ڈرامے کو برداشت کرلو۔"
وہ بظاہر مسکراتا ہوا سامنے دیکھ کر کہنے لگا۔
اسکی ہتھیلی اپنے گرم مضبوط ہاتھ میں پوری طرح دبا رکھی تھی۔ رجا نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے رخ پھیرلیا۔ جبھی فلائٹ کا اعلان ہونے لگا۔ وہ ریحان سے مل کر دعا کے پاس رکا۔
"معاف کردینا اگر انجانے میں تمہیں دکھ دیا ہو تو۔"
دعا سنجیدہ تھیں۔ آریز شرمندہ ہوگیا۔
"بہت خاص ہیں آپ میرے لئے۔۔ مجھے معاف کردیں اور میرے لئے دعا کیجئے گا۔"
ان کے ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے انہیں ساتھ لگایا تو دعا رونے لگیں۔
"لیجیے سنبھالیں اپنی بیگم کو۔"
اس نے ریحان کو اشارہ کیا۔ وہ ہنس دیئے۔
"رجا کو دیکھو جا کر۔۔اکیلی کھڑی رو رہی ہے۔"
ریحان نے اسے ٹہوکا دیا تو وہ دل کی بدلتی کیفیت پر قابو پاتا اسکے قریب آیا جو بار بار آنکھیں رگڑ کر خود کو چھپانے کی کوشش کررہی تھی۔ اعلان دوبارہ ہونے لگا تھا۔ آریز کے اندر پکڑ دھکڑ شروع ہوچکی تھی۔ دماغ کی ہر بڑھائی پٹی سے ہاتھ چھڑاتا وہ بے اختیار اسکی طرف بڑھا تھا اور بازو سے تھام کر اپنے شانے سے لگالیا تھا۔ رجا اس پیش رفت پر حیران ہوتی سنبھل بھی نہ پائی تھی کہ وہ جذب سے ایک بوسہ اسکی پیشانی پر ثبت کرتا دور ہٹ گیا۔
"اللہ حافظ۔"
رجا دھڑکتے دل کے ساتھ اسکی پشت کو دیکھتی رہ گئی جس نے پھر پلٹ کر نہ دیکھا تھا یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

✦✦✦

وہ جرمنی پہنچ چکا تھا۔ اسکا قیام ہیڈل برگ میں تھا۔ ہیڈل برگ دریائے نیکر پر آباد ہے۔ اسکا زیادہ تر حصہ پہاڑی ہے۔ ہیڈل برگ کا مشہور ہیڈل برگ کاسل اپنی باقیات سمیت آج بھی ہیڈل برگ کے سب سے اونچے مقام پر ایستادہ ہے۔ ہیڈل برگ کا اولڈ برج جو اولڈ ٹاؤن میں آمدورفت کا ذریعہ بھی ہے، اپنا ایک الگ سحر انگیز حسن رکھتا ہے۔ اس شہر کو مختلف ادوار میں وسعت دی جاتی رہی ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ ہیڈل برگ جرمنی کا ایجوکیشنل حب مانا جاتا ہے۔ عظیم ہیڈل برگ یونیورسٹی کا میرٹ آج بھی اتنا بلند ہے کہ وہاں آسانی سے داخلہ حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ڈاکٹر ایڈورڈ کا تعلق میکس پلانک انسٹیٹیوٹ فار میڈیکل ریسرچ

سے تھا۔ آریز نے بھی وہیں molecular neurobiology کے لیے اپلائی کیا تھا۔ ایک دن ریسٹ کرنے کے بعد آج وہ میکس پلانک کی بلڈنگ کے باہر کھڑا تھا۔ میکس پلانک بے حد سادہ طرزِ تعمیر پر مشتمل ایک صاف ستھری یونیورسٹی ہے کچھ کچھ اسے دیکھ کر کراچی یونیورسٹی کے عمیر بھاشا انسٹیٹیوٹ فار انفارمیشن ٹیکنالوجی کا گمان ہوتا ہے۔ عمارت کے خارجی حصے میں دائیں بائیں دور تک پھیلا ہوا سبز قطعہ ہے اور درمیان میں سرمئی چادر روش کی صورت بکھری ہوئی ہے۔ آریز کافی دیر تک اس سادہ مگر پرکشش عمارت کو تکتا رہا۔ بعد کے معاملات بہت تیزی سے حل ہوئے۔ ڈاکٹر فرینک ایڈورڈ سچ مچ ایک بہت اچھے انسان تھے۔ جرمنی میں اس کی آمد سے لے کر یونیورسٹی میں اس کے ایڈمیشن تک وہ اس کے ساتھ ساتھ رہے تھے اور جس طرح انہوں نے اپنے سٹوڈنٹس سے اس کا تعارف کروایا وہ یقیناً ایک یادگار لمحہ تھا۔ آریز کو یہاں آ کر ان کی اپروچ کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا اور اس نے بھی انہیں مایوس نہیں کیا تھا سارے ٹیسٹ اور انٹرویوز بہترین طریقے سے پاس کیے اور پوری لگن سے اپنی پڑھائی میں معروف ہو گیا تھا۔ یہاں سیٹل ہونے میں اسے بہت زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ اتنے سال ہاسٹل میں گزارنے سے اسے اپنے بہت سے کام خود کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔ رہائش کا مسئلہ بھی بہت جلد حل ہو گیا تھا۔ یہاں اس نے بہت سے دوست بنائے تھے جن میں ایک ڈاکٹر احمد علی بھی تھا وہ بھی اسی کی طرح کا ایک پاکستانی نوجوان تھا جو فل میرٹ بیس سکالرشپ پر جرمنی سے نیورولوجی میں سپیشلائزیشن کرنے آیا تھا۔ آریز کی اس سے ملاقات یونیورسٹی میں ہی ہوئی تھی۔ وہ ڈاکٹر فرینک ایڈورڈ کا سٹوڈنٹ تھا اور اساتذہ کی گڈ بک میں آتا تھا اس کا اندازہ آریز کو چند دنوں میں ہی ہو گیا تھا یونیورسٹی سے قریب ہی ایک ہاسٹل میں اس کی رہائش تھی جہاں مختلف لوگ روم شیئر کر کے رہتے تھے اور مل کر اس کا کرایہ ادا کرتے تھے جو ہر چھ مہینے بعد وصول کیا جاتا تھا اب یہ آریز کی قسمت ہی تھی کہ احمد علی کا روم میٹ اسی سال پاس آؤٹ ہو کر گیا تھا سو وہ کمرہ با آسانی آریز کو دستیاب ہو گیا تھا نتیجتاً اب وہ دونوں ساتھ تھے۔

✦✦✦

اپنے لیے چائے کا ایک کپ بنا کر وہ اس چھوٹے سے کمرے کی اکلوتی کھڑکی میں آ کھڑا ہوا تھا۔ ایک بہت ہی مانوس سا منظر نظروں کی گرفت میں تھا۔ چائے کا کپ۔۔۔ کھڑکی۔۔۔ ڈوبتا سورج اور تنہائی۔۔۔

"کیا وہ اب بھی یوں ہی ڈوبتے سورج کو دیکھا کرتی ہو گی؟ اسے میں یاد بھی آتا ہوں گا یا نہیں؟ کیسی ہو گی وہ؟"

پتہ نہیں سورج کی تمازت بہت تھی یا کئی دنوں کی تھکن کا اثر تھا مگر اسے اپنی آنکھوں میں بے پناہ جلن محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گرم پانی کو بہنے کا موقع دیا اور پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ اتنے سارے معروفیت کے دنوں کے بعد وہ آج فارغ ہوا تھا آج ویک اینڈ تھا اور احمد ہفتے بھر کے ادھورے کام آج ہی نمٹاتا تھا لہذا اس وقت وہ کمرے میں موجود نہیں تھا اور آریز کو یہ تنہائی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

پتہ نہیں کتنا وقت بیت گیا تھا اسے یوں ہی کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے چائے کا کپ اپنی حرارت کھو چکا تھا اور خاموش فضا پر سرد ہوا کا غلبہ طاری تھا۔ کمرے میں اندھیرا ہو چکا تھا اور

اس نے لائٹس جلانے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ وہ اب بھی صرف اسے ہی سوچ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی تپش کم نہیں ہوئی تھی۔ اس سے بچھڑنے کا وہ آخری لمحہ آریز کی آنکھوں میں جم گیا تھا۔ اس کے وجود کی خوشبو۔۔ اس کے لمس کی نرماہٹ۔۔ اس کا بے بسی سے رونا۔۔ آریز کو سب کچھ اپنی جزئیات کے ساتھ یاد تھا جیسے کچھ پل ہی گزرے ہوں اس سے جدا ہوئے۔۔ جیسے وہ پلٹ کر دیکھے گا تو وہ اب بھی وہیں کھڑی ہوگی اور وہ ہاتھ بڑھا کر اسے قریب کر لے گا۔۔۔ کتنا خوبصورت رشتہ بندھ گیا تھا اس سے۔۔۔ کیسے وہ اک بن مانگی دعا کی طرح اسکی زندگی میں شامل کر دی گئی تھی۔ مگر یہی حقیقت اسکا سارا سکون غارت کر گئی تھی۔ وہ اسکی ہو چکی تھی مگر وہ اسے کسی شجر ممنوعہ کی طرح چھوڑ آیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ بس ایک متبادل تھا دانیال کا۔۔ یہی ایک خیال اسے خوش نہیں ہونے دیتا تھا۔ اچانک اسے پھر اسی بے چینی نے گھیر لیا تھا جس سے بھاگ کر وہ یہاں آیا تھا۔ وہ پتا نہیں کتنی دیر انہی باتوں پر کڑھتا رہتا کہ اچانک مین ڈور کا لاک کھول کر احمد علی اندر داخل ہوا اور چشم زدن میں پورے کمرے میں روشنیاں کھول دیں۔ آریز نے اچانک پھیلنے والی روشنی سے بچنے کے لیے چہرے پر ہاتھ کا سایہ کر کے اندر آنے والے کو دیکھا۔ بلو جینز پر بے بی پنک کلر کی ٹی شرٹ پہنے کھلتی رنگت براؤن بال شہد رنگ آنکھوں پر کالے باریک فریم کا نازک سا چشمہ لگائے وہ سامان سے لدا پھندا خاصا بیزار دکھائی دے رہا تھا۔ مین ڈور کو لات مار کر بند کر کے وہ سیدھا کچن کی طرف پلٹا اور ایک جھٹکے سے سارا سامان ٹیبل پر پٹخ کر پاس پڑی پانی کی بوتل اٹھائی اور گلاس کا تکلف برتے بغیر منہ سے لگائی اور اسی انداز میں چلتا ہوا آریز کے سامنے والے صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

آریز مسکراتے ہوئے اس کی ساری کاروائی بغور دیکھتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ اب ہر ہفتے کی طرح اس ہفتے بھی وہ پانی کی بوتل ختم کر کے گوروں پر خوب لعنت ملامت کرے گا پھر اپنے وطن کو اپنے گھر کو یاد کرے گا پھر اپنی ذہانت کو کوسے گا جس کے سبب وہ یہاں موجود تھا اور آخر میں آریز کی شامت آنی تھی جو گھر کے کام کاج میں اس کا بالکل ہاتھ نہیں بٹاتا تھا اور ویک اینڈ کو کہیں باہر بھی نہیں جاتا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا صاف دل کا ایک سچا اور کھرا انسان اپر مڈل کلاس کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے کا چشم و چراغ جو اپنی محنت اور ذہانت کے بل بوتے پر اسکول کالج اور یونیورسٹی لیول تک خود کو منواتا آیا تھا اور اب اسی محنت اور لگن سے یہاں اپنی تعلیم مکمل کر رہا تھا۔ اس پر کسی بہن بھائی کی ذمہ داری نہیں تھی کیونکہ وہ تین بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس کے دونوں بڑے بھائی بھی آغا خان یونیورسٹی ہاسپٹل میں ڈاکٹرز تھے اور وہ خود بھی اسپیشلائزیشن کر کے واپس پاکستان جانے کا پکا ارادہ رکھتا تھا اور اس کی ایک بڑی وجہ اس کی منگیتر تھی جو اسکی ماموں زاد تھی اور خالصتاً اسکی پسند تھی۔ ان تھوڑے سے دنوں میں احمد علی آریز کا بہت اچھا دوست بن گیا تھا اور اس نے آریز کو اپنے بارے میں سب کچھ صاف صاف بتا دیا تھا۔ بنیادی طور پر تو آریز نے بھی سب بتا دیا تھا مگر رجا اور اپنے نکاح والی بات وہ دانستہ چھپا گیا تھا مگر احمد کے ساتھ اس تھوڑے وقت نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اس پر بھروسہ کر سکتا تھا۔

+++

دوپہر کو مما پاپا چلے گئے تھے اور رات کو آریز۔۔ اسکا دل بے حد بھاری ہو رہا تھا۔ بار بار آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو صاف کرتی وہ دعا کی ہدایت پر اپنی پیکنگ کر رہی تھی۔ اسکا عروسی جوڑا اسکے ارمانوں کی طرح بے وقعت سا ایک طرف پڑا تھا جسے نہایت دکھ کے ساتھ الماری میں بند کر کے اس نے تالا لگا دیا تھا۔

"پیکنگ ہو گئی رجا؟"

دعا کمرے میں آئیں تو اسے خالی ہاتھ بیڈ کے کنارے بیٹھا دیکھ کر پاس آگئیں۔

"رجا کیا ہوا؟"

دعا نے اس کا ندھا ہلایا۔

"ایسا کیوں کیا دعا؟ اسے بتایا کیوں نہیں؟ اسے لگتا ہے اسکے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔۔ وہ مجھ سے ناراض ہے۔۔"

وہ اچانک ضبط کھو بیٹھی۔ دعا نے تاسف سے سر پر ہاتھ مارا۔

"بخدا رجا۔۔ ریحان سے پوچھ لو بلکہ نعیم بھائی سے۔۔ ان کے ساتھ مل کر یہ سب کیا تھا تا کہ تم دونوں ایک ہو سکو۔۔ اسے بتائے بغیر اسکا رشتہ تم ہی سے طے کیا تھا۔۔ وہ اداس رہتا تھا۔۔ وہ سوچتا تھا تم اور دانیال ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو اسی لئے پیچھے ہٹ گیا۔۔ میں سب دیکھتی تھی۔۔"

"وہ اب بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں دانیال کو پسند کرتی ہوں اور چونکہ وہ چلے گئے اسلئے میں نے فیملی پریشر میں آکر اس سے شادی کر لی۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے اسکا۔۔ بیٹھے بٹھائے لڑکی مل گئی تو قابو میں نہیں آ رہے نواب صاحب۔۔"

دعا کو غصہ آنے لگا۔ رجا آنسو صاف کرنے لگی۔

"اُفوہ تمہیں کیا ہو گیا ٹریجڈی کوئین! اب یہی ہو اب اس کی تم۔۔ اور وہ چاہے اسوقت کچھ بھی سوچے۔۔ یہ تو سچ ہے نا کہ محبت وہ تم سے ہی کرتا ہے۔"

دعا نے اسے ساتھ لگایا تو وہ سر ہلاتی رہ گئی۔

+++

"یہ کمرہ اب تمہارے حوالے ہے۔۔ جیسے چاہو سنوارو۔۔ ویسے بھی آریز کے واپس آتے ہی میں تم دونوں کی رخصتی کر دوں گی۔۔ سو تم آرام سے یہاں رہو۔"

حیدرآباد پہنچنے پر اسکا بڑا والہانہ استقبال کیا گیا تھا۔ آریز کی امی نے اسکے لئے بلا جھجک آریز کا کمرہ کھول دیا تھا۔ رجا بری طرح کنفیوژ ہو گئی۔

"لیکن آنٹی میں یہاں کیسے۔۔؟"

وہ دعا اور سیماب چچی کی محظوظ ہوتی ہنسی سے گھبرا رہی تھی۔

"تم یہاں ایسے کہ تم آریز کی بیوی ہو اور آج نہیں تو کل تمہیں اسی کمرے کو آباد کرنا ہے اس لئے ڈٹ کر دھاوا بول دو۔"

سیماب چچی اسوقت بالکل نعیم چاچو لگ رہی تھیں۔ رجا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تالیہ نے ساتھ لگ کر اسکا سامان سیٹ کروایا۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ کی بات تھی پھر مما پاپا آجاتے تو اسے واپس چلے جانا تھا۔ رجا اسکی ایک ایک چیز کو چھو کر دیکھتی تھی۔ اس کا کمپیوٹر، اسکی ٹیبل، اسکی کتابیں۔ واش روم میں لٹکے ہوئے اسکے کپڑے جو وہ آخری بار چینج کر کے گیا تھا۔ وہ ہر ایک چیز کو عقیدت سے چھوتی اور اسے یاد کئے جاتی جس نے پلٹ کر ایک بار بھی اسے نہ پوچھا تھا۔

+++

آج اس نے جرمنی میں پہلی بارش دیکھی تھی۔ کوئی بہت ٹوٹ کر یاد آیا تھا۔ یونیورسٹی کی خوبصورت عمارت اور ہرے بھرے باغیچے بھی اسے متاثر نہیں کر پا رہے تھے۔ نہایت بے دلی سے اس نے شروع کے دو لیکچرز اٹینڈ کئے تھے اور اب مزید اسکا کچھ بھی کرنے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے احمد علی کو ٹیکسٹ کیا کہ وہ گھر جا رہا ہے۔ فوراً ہی اس کا جواب آ گیا۔

''میں بس فری ہونے والا ہوں میرا باہر انتظار کرو ساتھ چلتے ہیں۔''

آریز بددل سا ہو کر وہیں اس کا انتظار کرنے لگا۔ آج اسے بہت ٹوٹ کر اپنا دیس اپنے لوگ یاد آ رہے تھے۔ اتنے دنوں میں یہ پہلی بار ہوا تھا جب اس کا دل کر رہا تھا کہ اڑ کر اپنے وطن واپس چلا جائے اسے خود پر کنٹرول کرنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے بنا سوچے سمجھے دعا چچی کو فون ملا دیا۔

''آریز تم؟''

دعا کی خوشی سے بے قابو ہوتی آواز آریز کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

''کیسی ہیں آپ اور پری کیسی ہے؟''

دعا نے اس کے استفسار پر پاس بیٹھی رجا کو دیکھا جو پری کا ہوم ورک کروا رہی تھی مگر کن انکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں اور تمہاری پری بھی ٹھیک ہے۔''

انہوں نے تمہاری پر زور دے کر اسے کچھ جتلایا۔ آریز کے دل نے اک بیٹ مس کی۔

''تالیہ کی رخصتی کی کیا ڈیٹ دی امی نے؟''

اس نے بات بدل دی۔ کل ہی ابو نے اسے بتایا تھا کہ عطیہ پھپھو تالیہ اور جواد کی شادی کی تاریخ مانگ رہی ہیں کیونکہ جواد ایک مہینے کیلئے پاکستان آ رہا تھا۔

''تاریخ تو اسی مہینے کی دینی پڑے گی مگر ابا جی چاہتے ہیں کہ تم شادی میں ضرور شرکت کرو۔ تمہاری چھٹیاں کب تک ہوں گی؟''

دعا بھی سنجیدہ ہو گئیں۔ وہ خود چاہتا تھا کہ تالیہ کی شادی میں وہ سب کے ساتھ اپنے ملک میں ہو۔''

''یونیورسٹی کی طرف سے تو کوئی چھٹیاں نہیں مگر ہاں اگلے ہفتے یہاں کوئی مقامی تہوار منایا جا رہا ہے اس سلسلے میں ہفتہ بھر کی چھٹیاں مجھے مل سکتی ہیں مگر اتنی جلدی شاید آپ لوگ نہ کرنا چاہیں۔''

''اس کی ٹینشن تم مت لو۔ پھپھو سادگی سے کرنا چاہتی ہیں۔ جواد کو واپس بھی جانا ہے اور ظاہر ہے تالیہ ساتھ جائے گی تو انہوں نے کسی بھی قسم کے ارینجمنٹ سے منع کر دیا ہے۔''

دعا ایک دم پر جوش ہو گئیں۔

''یعنی واقعی سب لوگ اتنے کم دن میں شادی پر راضی ہو جائیں گے؟''

آریز کو مزا آنے لگا سوچ کر۔

''ہاں بھئی سب ہو جائے گا تم اپنی کہو؟''

''میں پوری کوشش کروں گا چچی۔''

اسکی آواز کی کھنک دعا اتنی دور سے بھی محسوس کر سکتی تھیں۔ بے ارادہ ہی نظر دروازے سے نکلتی رجا کی اداس صورت پر ٹھہر گئی۔

''اور ایک بات بتاؤ؟ تم دونوں کی غلط فہمیاں دور نہیں ہوئیں اب تک؟''

ان کے یوں موضوع بدلنے پر آریز حیران ہوا۔

''نہیں کوئی غلط فہمی نہیں چچی۔''

''اچھا تو پھر اتنے دنوں میں تم نے اسے ایک بار بھی فون نہیں کیا؟ بس یہی تھی تمہاری

"بٹ آریز؟"

دعا کی بازپرس پر اس نے پہلو بدلا۔

"آپ رہنے دیں اس بات کو بس۔"

"کیوں رہنے دوں؟ تم نے کہا تھا وقت آنے پر میرا ساتھ دیجئے گا۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اب تم چاہے اسے کوئی بھی نام دو۔"

دعا کی آواز تیز ہو گئی۔

"کل وہ واپس جا رہی ہے یہاں سے۔۔ ماما جانتے ہیں تمہاری آمد پر رجا کو رخصت کروالیں اور تم اب تک اپنے اور اسکے رشتے کو ہی لے کر کلیئر نہیں ہو۔۔ میری بہن ہے وہ۔۔ میرے بھروسے پاپا نے اسکی شادی تم سے کی ہے۔۔ تم سمجھ رہے ہو؟"

"جی۔۔۔ وہ خوش نہیں ہے۔۔ اسے میں پسند نہیں تھا آپ جانتی ہیں۔۔ اسکی مرضی بھی تو جانی چاہیے تھی نا؟"

وہ جھنجھلا گیا تھا۔

"اس کی مرضی سے ہی ہوا ہے یہ نکاح سمجھے تم احمق نہ ہو تو۔"

دعا نے بھڑک کر فون رکھ دیا۔ آریز نے چونک کر فون کان سے ہٹایا تو احمد علی کو سامنے کھڑا پایا۔ احمد بہت دیر سے کھڑا اسکی آدھی ادھوری گفتگو ملاحظہ کر چکا تھا۔ کسی لڑکی کی بات تھی یہ بھی وہ سمجھ گیا تھا مگر آریز نے اسے دیکھ کر جس طرح خود کو سنبھالا تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ آسانی بات نہیں کرے گا۔

"فری ہو گئے ہو تو گھر چلیں؟"

آریز نے اسے دیکھتے ہوئے قدم بڑھا دیئے۔

"رکو ایک منٹ آتا ہوں۔"

احمد اسے اشارہ کرتا پھر مخالف سمت میں چلا گیا۔ آریز کا ذہن پھر الجھ گیا تھا۔ وہ اسکا انتظار کئے بنا بیرونی راستے کی طرف بڑھنے لگا۔ جبھی احمد ایک سیاہ ہیوی بائیک لئے اسکے بالکل برابر آ کر رکا۔

"یہ کس کی ہے؟"

"جیک سے لی ہے صرف ایک دن کیلئے۔۔ آؤ بیٹھو۔"

احمد نے گیئر گھمائے۔

"ہاسٹل آٹھ منٹ کی واک پر ہے۔۔ بائیک کی کیا ضرورت؟"

اس کی لاتعلقی صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔

"ہاں تو ہم ہاسٹل نہیں جا رہے نا۔۔ آج تمہیں ایک نئی جگہ لے کر چلتا ہوں۔"

"اور تمہاری جاب؟"

"آج آف کروں گا۔۔ ہم آؤٹنگ پر جا رہے ہیں۔"

احمد نے اسے آنکھ ماری۔

"میرا موڈ نہیں یار۔"

آریز نے دامن بچایا۔

"اسی موڈ کیلئے کہہ رہا ہوں بیٹھ جاؤ۔"

اس کے اصرار پر آریز اپنی بیزاریت چھپاتا بیٹھ گیا۔ انکی یونیورسٹی Jahnstrabe 29 پر تھی، احمد بائیک مین سٹریٹ پر لے آیا تھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

آریز نے کن من برستی پھوار سے بچنے کے لیے چہرے پر ہاتھ کا سایہ کر لیا تھا۔

"اس وقت جیسا تمہارا منہ بنا ہوا ہے ایسے منہ والوں کے لیے ہیڈل برگ میں ایک جگہ ہے بس وہیں لے کے جا رہا ہوں تمہیں۔"

احمد نے بارش سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔ اس کے بعد آریز نے کچھ نہ پوچھا۔ تقریباً 10 سے 11

digest Novels Lovers group

منٹ کی رائٹ کے بعد وہ ایک پرفضا مقام پر کھڑے تھے۔ philosophenweg یا فلاسفرز واک۔۔ آریز نے بورڈ پر لکھا ہوا نام پڑھا۔

" یہ فلاسفرز واک ہے۔ جرمنی کے رومینٹک ایرا میں یہ جگہ شاعروں اور فلسفیوں کا پسندیدہ مقام چہل قدمی تھا۔ شاید یہ انہیں بہت فیسینیٹ کرتی ہوگی اپنی تخلیقات کے لیے بس تب سے اس جگہ کو ان لوگوں سے منسوب کر کے فلاسفرز وے یا فلاسفرز واک کا نام دے دیا گیا ہے۔"

احمد چڑھائی پر چڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ اسے یہاں کا پس منظر بتانے لگا۔ آریز متاثر ہونے لگا۔ وہ ہریالی سے ڈھکا ہوا ایک عام سا راہداری نما راستہ تھا جس کا فرش بھی پرانی جرمن جگہوں کی طرح اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ اپنی ساخت سے وہ جگہ خاصی پرانی محسوس ہوتی تھی۔ جب وہ اونچائی پر پہنچ کر رکے تو تازہ ہوا اور مسحور کن خوشبو نے ان کا استقبال کیا۔ وہاں باقاعدہ گارڈن بنے ہوئے تھے پھول پودے بیٹھنے کے لیے بینچز بھی تھیں۔ اردگرد اور لوگ بھی تھے جو ٹولیوں کی صورت اس پرسکون جگہ کا لطف اٹھا رہے تھے۔ آریز دنگ سا دیکھتا رہ گیا۔ ہیڈل برگ کاسل، اولڈ ٹاؤن اور اولڈ برج کو ایک ساتھ دیکھنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ سبک رفتاری سے بہتا ہوا دریائے نیکر اس حسین موسم میں اور بھی دیوانہ کررہا تھا۔ آریز اردگرد سے بے خبر اس مبہوت کردینے والے نظارے میں گم تھا۔

Ich hab mein Herz in Heidelberg verloren!

(I lost my heart in Heidelberg)

آریز نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ کوئی مقامی شخص تھا شاید جو ہاتھ میں گٹار لیے ہیڈل برگ کا تھیم سونگ گا رہا تھا۔

Singen in english ch,

(!No no in english)

احمد علی جو کچھ ہی فاصلے پر بینچ پر بیٹھا تھا جھٹ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور انگریزی میں گانے کی فرمائش کرنے لگا۔

Richtig! Ok

اس آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوبارہ گٹار پر دھن چھیڑنے لگا۔ آریز کو اس گانے کے بول ازبر تھے۔ وہ اسکے ساتھ ساتھ اپنے دل میں دہراتا رہا اور جیسے اسکا جنون عشق سر چڑھ کر بولنے لگا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سارے منظروں پر اوس پڑ چکی تھی۔ وہ ایک بار پھر اسی کیفیت میں گھر چکا تھا جس سے نکالنے کیلئے احمد اسے یہاں لایا تھا۔

" Danke für Ihre Zusammenarbeit"

(Thanks for your cooperation)

احمد نے اس آدمی کے ہاتھ پہ کچھ پیسے رکھتے ہوئے کہا اور آریز کی طرف پلٹا۔

" آؤ میرے ساتھ"

آریز معمول کی طرح اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ احمد اس کو ساتھ لیے فلاسفرز واک کے دوسرے سرے کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں ڈھیروں ڈھیر سیڑھیاں تھیں جنہیں آریز ایک عالم بے خودی میں اترتا چلا گیا۔ احمد کو جرمنی آئے تیسرا سال ہو چلا تھا وہ کئی بار اس جگہ پہ آ چکا تھا مگر ان سیڑھیوں کو اترتے ہوئے ہر بار اس کا سانس پھول جایا کرتا تھا۔ بلاشبہ یہ ایک عام

ملے تھا وہاں جب ہی ہر چند سیڑھیوں کے بعد وائٹ ٹو شاپ بنائے گئے تھے جہاں بینچز لگی ہوئی تھیں۔ احمد علی رک گیا تھا مگر آریز چلا جا رہا تھا اچانک اس کی عدم موجودگی محسوس کرتے ہوئے آریز نے مڑ کر دیکھا وہ اس سے کئی سٹیپس پیچھے اوپر بینچ پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ آریز پھر سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر آیا۔ اب کی بار اسے ان سیڑھیوں کی طوالت کا احساس ہوا تھا۔

"کیا مجھے پتہ چلے گا کہ میرے ساتھ کون سفر کر رہا ہے ایک مشین یا انسان؟"

اس کے اوپر آتے ہی احمد علی اس پہ چڑھ دوڑا۔ آریز کھسیا گیا۔

"میرے خیال میں ہم ساتھ آئے تھے اور تم خود کو اکیلا سمجھ کر جہاں دل چاہ رہا ہے چلے جا رہے ہو۔"

"آئی ایم سوری یار پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

آریز شرمندگی سے کہتا ہوا اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں صبح سے نوٹ کر رہا ہوں جب سے تم نے گھر پہ بات کی ہے تم اپنے آپ میں نہیں ہو۔"

احمد بغور اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری چھوٹی بہن کی شادی ہو رہی ہے۔"

آریز بتانے لگا۔

"ویری گڈ! مگر تم اپنی چچی سے فون پر کسی لڑکی کے بارے میں بات کر رہے تھے اور وہ یقیناً تمہاری بہن تو نہیں تھی۔"

اس کے اتنے صحیح اندازے پر آریز نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ہاں وہ وہ لڑکی ہے جس سے میرا نکاح ہو گیا ہے۔"

اس کی آواز میں شکستگی سی تھی۔

"تو کیا تم اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتے تھے؟ کیا وہ تمہیں پسند نہیں تھی؟"

احمد نے معصومیت سے پوچھا۔

"مجھے ہمیشہ سے صرف وہی پسند تھی اور میں ہمیشہ صرف اسی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔"

وہ جیسے مجسم ہو کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے پوری بات بتاؤ گے تھوڑا کنفیوز ہوں میں؟"

واہ کیا انداز تھا کسی کے راز اگلوانے کا! مگر آریز کو اس وقت کسی غم گسار کی شدید ضرورت تھی۔ وہ بنا رکے اسے سب بتاتا چلا گیا۔ رجا سے پہلی ملاقات سے لے کر آخری ملاقات تک۔ احمد دم سادھے سب سنتا رہا۔

"تو اب مسئلہ کیا ہے اب وہ تمہاری بیوی ہے!"

اس کی آخری بات ختم ہوتے ہی احمد کی زبان کھلی۔

"اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ رجا کی مجھ سے زبردستی شادی کی گئی ہے کیونکہ میں نے اسے دانیال کے ساتھ خوش دیکھا تھا اور اب دانیال کی اچانک غیر موجودگی کے سبب اس کی شادی مجھ سے کر دی گئی ہے۔"

اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کر لیں۔

"تمہیں ایک بات بتاؤں آریز؟"

احمد نے اس کا چہرہ کھوجتے ہوئے کہا۔

آریز نے بھی رخ موڑ کے اس کی طرف دیکھا۔

"رجا تم سے محبت کرتی ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔"

آریز نے جھٹلانا چاہا۔

"اور تم یہ بات جان چکے ہوا"

احمد بھی نہیں رکا۔

"اس نے اگر تمہیں ٹھکرایا تو کسی اور کو قبول بھی نہیں کیا بقول تمہارے اس کا ٹیچر اس میں دلچسپی لے رہا تھا تو اب تک ان دونوں کی شادی کیوں نہیں ہوئی؟ رجا نے تم سے اپنے رویوں کی معذرت کی اس نے تم سے کترانا شروع کر دیا وہ جب بھی ملتی تمہیں خاموشی سے دیکھتی رہتی تھی۔ تم نے خود کہا تم خائف ہونے لگے تھے اس کی نظروں سے۔ کیا تمہیں یہ سب سمجھ میں نہیں آتا؟"

احمد بولتا جا رہا تھا۔ آریز کو لگا وہ کوئی مجرم ہے جس پر ایک وکیل فرد جرم عائد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اسے پریشر سا محسوس ہونے لگا۔

"اس نے مجھے ٹھکرا دیا تھا!"

اس نے تڑپ کر بس یہی جملہ کہا۔ احمد نے ایک پر درد تحریر اس کے شفاف چہرے پر رقم دیکھی۔

"تو یہ کہو نا کہ تم آج تک اس کے ہاتھوں ہوئی اپنی بے عزتی نہیں بھولے، وہ بدلتی چلی گئی مگر تم اپنی مردانگی پر لگی چوٹ کو نہیں بھول سکے۔"

آریز اس سچ پر کچھ نہ کہہ سکا۔

"اور کچھ بھی باتیں میں تم سے کہنا چاہوں گا اس لیے خاموش رہ کے سننا۔"

احمد نے تمہید باندھی اور اس سے ذرا پرے کھسک گیا آریز نے بغور اس کی حرکت محسوس کی۔

"جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں غلطی تمہاری طرف سے ہوئی ایک تو تم نے وقت سے پہلے اسے پرپوز کیا اور چونکہ وہ لڑکی تم سے ذرا زیادہ سمجھدار ہے اس لیے اس نے تمہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ہو بھی گئی تم بدلتے چلے گئے اور اس دوران رجا کے جذبات میں بھی تبدیلیاں آگئیں مگر چونکہ وہ تمہیں مسترد کر کے خود کو بہت میچور ثابت کر چکی تھی لہٰذا اب اسے اپنے خول سے باہر نکلنا ذرا مشکل لگا۔ انہی دنوں تم نے اسے اس کے ٹیچر کے ساتھ دیکھا اور خود سے سب فرض کر کے چلے آئے۔ ہو سکتا ہے ایسا کچھ بھی نہ ہو یا بات یک طرفہ ہوا!"

وہ دوبارہ سیڑھیاں اتر رہے تھے اور ساتھ ساتھ لیمن گلیٹو سے لطف اندوز بھی ہو رہے تھے۔ احمد بدستور بولنے میں مگن تھا۔

"اپنی تعلیم مکمل کر کے تم اسے پرپوز کر سکتے تھے مگر تمہاری زخمی انا نے تمہیں ایسا نہ کرنے دیا اور وہ بہرحال لڑکی تھی اور ہمارے معاشرے میں اب بھی لڑکیوں کی پہل کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور پھر فائنلی تمہارے والدین نے تمہاری اسی لڑکی سے شادی کر دی۔"

وہ دونوں اب Alte Brücke یعنی اولڈ برج پر آگئے تھے۔ سرخ اینٹوں سے بنا اٹھارویں صدی کا یہ مضبوط برج جس کے محرابی ستون دریائے نیکر کے سینے میں گڑے ہیں، آج بھی لاثانی تھا۔ بارش کے بعد دھل کر چمک اٹھنے والی ہر شے ایک نیا پن لیے ہوئے تھی۔ اولڈ برج، اولڈ ٹاؤن ہیڈل برگ کو جانے کا ذریعہ ہے اور اولڈ ٹاؤن بنیادی طور پہ ہیڈل برگ کا تاریخی حصہ ہے لہٰذا یہاں دن کے ہر حصے میں سیاحوں کا رش رہتا ہے۔ شام ڈھل رہی تھی۔ دریائے نیکر خاموش سا تھا۔ وہ دونوں باؤنڈری وال کے ساتھ لگ کر نیچے دریا کا نظارہ کرنے لگے۔

"نکاح کے بعد رجا کے جذبات کیسے تھے تمہارے لیے؟"

احمد نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا۔ آریز کے ذہن میں چھم سے انکا عروسی روپ جھلملانے لگا۔ شرم اور گھبراہٹ سے سرخ پڑتی، اپنی گرفت مین لرزتی اسکی نرم دودھیا کلائی۔۔ دل جیسے ڈوب کر ابھرا تھا۔

"جیسے کسی بھی دلہن کے ہوسکتے تھے۔"

اس نے نپا تلا جواب دیا۔ احمد حیرت سے ہنسا۔

"وہ کوئی بھی لڑکی نہیں تھی! وہ رجا واہاج تھی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ! یونیورسٹی ٹاپر! تمہیں کیا لگتا ہے وہ اتنی دبو لڑکی تھی کہ اس پہ پریشر ڈال کے اس کی شادی کسی سے بھی کر دی جاتی؟ یا تم ایسے شہزادہ گلفام تھے کہ تمہارے سوا کوئی اور لڑکا اس کے ماں باپ کو نظر ہی نہیں آیا ہوگا؟"

اس کھلی بے عزتی پہ آریز نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"یار آریز ایک بات تو بتاؤ تم ہمیشہ سے اتنے ہی عقلمند ہو یا یہ اعزازی شیلڈ تمہیں رجا واہاج سے محبت کرنے کے بعد عطا کی گئی ہے؟"

اتنا کہہ کر وہ پھر پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔

"میرا خیال ہے میں نے غلطی کی تمہیں یہ سب بتا کر چلو واپس چلتے ہیں۔"

آریز کا موڈ بری طرح آف ہونے لگا۔

"دیکھو میرے بھائی تم نے دانیال کو بلا وجہ ہی کانٹا بنا رکھا ہے اور ویسے بھی دانیال میں رجا کی انوالومنٹ کتنی تھی اس سوال کا جواب تو کوئی اور نہیں دے سکتا سوائے۔۔"

"دانیال۔۔۔"

احمد کی بات منہ میں ہی تھی جب آریز کے لب سرسرائے۔ وہ احمد کی پشت پر دور کسی شے پر نظریں جمائے ہوئے کھڑا تھا۔

"آریز کیا ہوا؟؟"

احمد نے بھی اپنی پشت پر مڑ کر دیکھا۔

"وہ۔۔وہ دانیال جمشید ہے۔"

وہ احمد کو بتاتا ہوا تیزی سے سامنے کی طرف بھاگا۔ وہ واقعی دانیال ہی تھے جو کسی لڑکی کے ساتھ اولڈ برج کی آخری حدود کو پار کرنے والے تھے۔ بے ساختہ ہی آریز نے پیچھے سے جا کر ان کا ندھا پکڑ لیا۔ دانیال چونک کر مڑے۔ نظروں میں پہچان ابھری تو پل میں لبوں پر ٹھہری مسکان سمٹ گئی۔

"ڈاکٹر آریز مصطفیٰ!"

ان کے یوں بالکل صحیح پہچان لینے پر آریز الجھا۔

"مینا یہ آریز ہیں رجا کے کزن۔"

انہوں نے ساتھ کھڑی ناسمجھی سے دونوں کو دیکھتی مینا کو کچھ جتایا۔ اس نے سانس بھر کر سر ہلایا اور دو قدم آگے بڑھ گئی۔

"آپ نے مجھے پہچانا کیسے؟ ہم ایک بار ہی ملے تھے۔۔"

انکی چھا جانے والی شخصیت نے اسے آج بھی مودب ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ دانیال اداسی سے مسکرائے۔

"شاید بھول ہی جاتا مگر رجا نے بھولنے ہی نہیں دیا۔۔ خیر رجا کیسی ہیں؟"

ان کے جواب نے آریز کو کھٹکا دیا تھا۔ اس نے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی۔

"آپ نے رجا کیلئے پرپوزل بھجوایا تھا پھر اس سے شادی کیوں نہیں کی؟ بھاگ کیوں گئے اسے چھوڑ کر؟"

آریز کے انداز پر دانیال نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"رجا نے مجھ سے شادی نہیں کی۔"

ان کے یک سطری جواب پر آریز چونکا۔

''مگر کیوں؟ آپ دونوں تو۔۔۔''

اس سے جملہ پورا نہ کیا گیا۔ جیسے اچانک احساس ہوا تھا کہ جسکے بارے میں وہ بات کر رہا تھا وہ لڑکی اسکی بیوی تھی۔ اسکی بے خبری دانیال کو حیران کرنے لگی۔

''مجھے افسوس ہوا جان کر کہ جس شخص کی محبت کا وہ دم بھرتی ہے وہ اتنا بے خبر ہے؟ اس نے آپ کی خاطر مجھ سے شادی نہیں کی کیونکہ وہ محبت میں خیانت نہیں کر سکتی تھی اور میں نے صرف اسکے فیصلے کا احترام کیا۔''

دانیال کا جواب اسکی بنیادیں ہلا گیا تھا۔ وہ گنگ سا کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ احمد نے پیچھے سے آ کر اسے تھاما تو وہ ہوش میں آیا۔

''ہائے احمد علی!''

''دانیال جمشید!''

دونوں نے مسکرا کر مصافحہ کیا۔

''او کے آریز میری وائف میرا انتظار کر رہی ہے۔ ہمیں اسکے رشتے داروں سے ملنا ہے۔ امید ہے کسی اچھے ماحول میں آپ دونوں سے پھر ملاقات ہو گی۔۔''

دانیال نے اس کا ندھا سہلا کر بڑے پن کا ثبوت دیا۔ آریز پہلی بار مسکرایا۔

''ہاں مجھے بھی دیر ہو رہی ہے۔۔ میری وائف بھی میرا انتظار کر رہی ہو گی۔۔''

اس کے منہ سے نکلے الفاظ پر دانیال چونکے۔

''رجا آریز مصطفیٰ۔۔۔۔ میری بیوی ہے۔''

اس نے دانیال سے زیادہ خود اپنے آپ کو یہ خوش خبری سنائی اور بھرپور انداز سے مسکرایا۔ دانیال سمجھ کر جیسے ہلکے پھلکے ہو گئے۔

''خوش رہیے۔''

آریز سے بغل گیر ہوتے ہوئے انہوں نے اسکے دل سے ہر کانٹا نکال دیا تھا۔

''جیو میرے یار۔۔ عقل مبارک ہوا''

احمد نے دانیال کے جاتے ہی اسے زوردار تھپکی دی تھی۔

❖❖❖

اتوار کی رات فرینک فورٹ ایئرپورٹ پر کھڑے ہو کر اس نے آخری بار احمد کو گلے لگایا تھا۔

''شرافت سے ایک ہفتے میں واپس آجانا۔۔ کورس ادھورا چھوڑا تو دوستی ختم کر دوں گا۔''

احمد نے اسے دھمکی دی۔

''جو حکم باس!''

آریز کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ اسکی اندرونی خوشی کی غماز تھی۔ احمد نے دل سے اسے دعائیں دے کر رخصت کیا تھا۔

❖❖❖

وہ سیدھا کراچی آیا تھا۔ موسم دل آویز تھا اور قسمت مہربان۔۔

''صاحب اور بیگم صاحبہ باہر گئے ہیں۔۔ چھوٹی بی بی پچھلے لان میں ہیں۔''

ملازمہ نے اسے نوید سنائی تھی۔ وہ دھڑکتا دل لیے دبے قدموں پچھلے لان میں چلا آیا تھا۔ گلاب کی کیاری کے پاس بیٹھی ہوئی وہ زرد لبادے میں ملبوس تھی۔ چہرہ مخالف سمت میں تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش کھڑا اسکے پلٹنے کا انتظار کرنے لگا مگر وہ نجانے کہاں گم تھی۔ پھر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا وہ خود ہی فاصلے سمیٹنے لگا۔ آہٹ پر اچانک رجا نے رخ موڑا تھا اور خود کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اسکا خواب نہیں حقیقت تھا۔

کبھی یوں بھی آ میری آنکھ میں کہ میری نظر

کو خبر نہ ہو۔

ان کے اُداس چہرے پر آتے جاتے رنگ آریز کے حوصلے بڑھا رہے تھے، وہ والہانہ اسے دیکھے جا رہی تھی، تو خود آریز کی نظریں کہاں اسکے چہرے سے ہٹی تھیں۔ وہ انا کی ماری کمزور لڑکی نازک جذبوں سے ہاری تھی۔۔ اور ایک وہ تھا جو اپنے اشک سمیٹے سارے جہاں کی خاک چھانتا پھر رہا تھا۔ اک عذاب خلوت کا مارا تو دوجا عذاب ہجر کا شکار۔۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ بارِ وفا ڈھو رہے تھے۔ اچانک فضا میں خاموشی چھائی تھی، ہوا پیڑ پودے سب اپنی جگہ ساکت ہو گئے تھے۔ سرمئی آسمان جھکتا ہی چلا جا رہا تھا اور چشم زدن میں ساون کی جھڑی لگ گئی تھی۔ آن دونوں کے بیچ بارش نے رستہ بنالیا تھا۔ وہ زرد زرد سی لڑکی تن من سے بھیگ رہی تھی مگر پھر بھی نظریں اسکی نظروں سے چھڑا نہ سکی تھی۔

آج بہت دن بعد سنی ہے بارش کی آواز
آج بہت دن بعد کسی منظر نے رستہ روکا ہے
رم جھم کا ملبوس پہن کر یاد کسی کی آئی ہے
آج بہت دن بعد اچانک آنکھ یوں ہی بھر آئی ہے
آنکھ اور منظر کی وسعت میں چاروں جانب بارش ہے
اور اس بارش میں دور کہیں اک گھر ہے
جس کی کھڑکیوں پر تیرے میرے خواب لکھے ہیں
اور اس گھر کو جانے والی کچھ گلیاں ہیں
جن میں تیرے میرے سائے تنہا تنہا بھیگ رہے ہیں
دروازوں پہ قفل پڑا ہے اور دریچے سونے ہیں
کھڑکیوں کی اوٹ سے چھپ کر موسم ہم کو دیکھ رہے ہیں
اندر یادیں سوکھ رہی ہیں باہر منظر بھیگ رہے ہیں

اچانک آریز مصطفیٰ نے اس آب آب منظر سے ٹھانی تھی اور تیز تیز قدم اٹھاتا رجا کے عین مقابل جا کھڑا ہوا تھا۔ بارش اب بھی انکے درمیاں تھی جسمیں اب نمکین پانی کی آمیزش بھی شامل ہونے لگی تھی۔ خاموشی بول رہی تھی اور نظروں کا پل مضبوطی سے جڑا تھا جن پر چل کر سرگوشیاں اس پار سے اس پار جا رہی تھیں۔ کچھ شکووں نے بھی جگہ بنانی چاہی تھی مگر دونوں نے اپنی اپنی طرف باڑ باندھ لی تھی۔ وہ بری طرح بھیگ چکے تھے مگر بے نیاز تھے۔ رجا کا زرد جوڑا اسکی اجلی رنگت چھپانے میں ناکام ہو رہا تھا۔

آریز نے بڑھ کر اسے اپنی اوٹ میں لے لیا۔

"اپنے سستے عاشق کو معاف کر دو؟ بہت دل دکھایا تمہارا۔"

وہ اسکے کان کے پاس جھک کر سرگوشی میں بولا۔ بارش کی آواز بہت تیز تھی۔ رجا اسکی قربت سے حیا آلود ہو گئی۔

عدم خلوص کے بندوں میں ایک خامی ہے
ستم ظریف بڑے جلد باز ہوتے ہیں

"تم مجھے معاف کر دو۔۔ تمہاری محبت کی قدر نہیں کی تھی۔۔ دیکھو اب تک سزا کاٹ رہی ہوں۔"

وہ خود کو سنبھال کر بولی مگر اٹھتی گرتی پلکوں کا رقص آریز کا لہو گرما گیا تھا۔

"بس اب تمہاری ہر سزا ختم۔۔"

وہ گرفت سخت کرتا ہوا اسکے اوپر جھکا۔ رجا نے کوئی جائے پناہ نہ پا کر اسکے کشادہ سینے میں خود کو چھپالیا۔ آریز کا بلند قہقہہ بارش کی آواز کو چیرتا ہوا گھر کے اندرونی حصے تک سنائی دیا تھا۔

خوشیاں چار سُو رقصاں تھیں۔

+++

digest Novels Lovers group